حصہ اوّل:

تبلیغی جماعت پر اعتراضات اور
مولانا زکریا صاحب کے جوابات

تجزیہ اور تعاقب کی کسوٹی پر

حصہ دوم:

تبلیغی جماعت

قرآن وحدیث کی کسوٹی پر

تالیف:

مولانا عطاء اللہ ڈیروی

ابوالوفاء محمد طارق عادل خان

فہرست مضامین

نمبر شمار	موضوع	صفحہ نمبر
۱	مقدمہ حصہ اول:	۱
۲	اشکال نمبر۱: ''تبلیغ کیلئے خروج کو ہجرت و جہاد کہنا صحیح نہیں''	۶
۳	اشکال نمبر۲: ''مسلمانوں پر تبلیغ کیلئے خروج بدعت ہے''	۱۵
۴	اشکال نمبر۳: ''تبلیغی جماعت کے نزدیک تعلیم کی اہمیت نہیں ہے''	۱۸
۵	اشکال نمبر۴،۵: ''تبلیغی جماعت مدارس اور علماء کی مخالف ہے''	۲۵
۶	اشکال نمبر۶: ''تبلیغ دین جاہلوں کا نہیں بلکہ علماء کا کام ہے''	۲۷
۷	اشکال نمبر۷: ''تبلیغ مدارس اور خانقاہوں کی حریف ہے''	۳۴
۸	اشکال نمبر۸: ''تبلیغ میں عالم پر جاہل کو امیر بنایا جاتا ہے''	۳۶
۹	اشکال نمبر۹،۱۰: ''حکیم الامت اور شیخ الاسلام مدنی تبلیغ کے خلاف تھے''	۳۹
۱۰	اشکال نمبر۱۱: ''اہل تبلیغ لوگوں پر جبر اور زبردستی کرتے ہیں''	۴۳
۱۱	اشکال نمبر۱۲: ''تبلیغی چلہ کی کوئی شرعی حیثیت نہیں ہے''	۴۵
۱۲	اشکال نمبر۱۳: ''تبلیغ کو انگریزوں کی طرف پیسے ملتے تھے''	۵۰
۱۳	اشکال نمبر۱۴: ''اہل تبلیغ تھانوی صاحب کی کتابوں سے روکتے ہیں''	۵۴
۱۴	اشکال نمبر۱۵: ''مولانا الیاس ہر قسم کے لوگوں سے ملتے تھے''	۵۵
۱۵	اشکال نمبر۱۶: ''تبلیغ والے اعتراضات کی طرف التفات نہیں کرتے''	۵۶
۱۶	اشکال نمبر۱۷: ''تبلیغ والے فضائل پر زور دیتے ہیں مسائل پر نہیں''	۶۲
۱۷	اشکال نمبر۱۸: ''موجودہ تبلیغی جماعت ضلالت و گمراہی پر ہے''	۶۸
۱۸	لمحہ فکریہ	۷۱

صفحہ نمبر	موضوع	نمبر شمار
۷۷	پیش لفظ حصہ دوم:	۱۹
۸۰	دین کی تعریف کیا ہے؟	۲۰
۸۲	تمام عبادات کو اللہ کیلئے خالص کرنا دین ہے	۲۱
۸۴	تلاوت اور نشر واشاعت میں کتاب اللہ کو خالص کرنا دین ہے	۲۲
۸۶	اطاعت کو رسول اللہ ﷺ کیلئے خالص کرنا دین ہے	۲۳
۸۹	تبلیغی جماعت کے دین کی محنت کا قرآن وحدیث کی روشنی میں جائزہ	۲۴
۹۳	احادیث کے اہم الفاظ واصطلاحات کی شرح	۲۵
۱۰۵	رہبانیت، خارجیت اور صوفیت کے مشترکہ اصول	۲۶
۱۰۶	پہلا مشترکہ اصول: ''عشق الٰہی''	۲۷
۱۱۴	دوسرا مشترکہ اصول: ''علم باطنی یا شرح صدر''	۲۸
۱۱۹	تیسرا مشترکہ اصول: ''بزرگوں سے اندھی عقیدت''	۲۹
۱۲۵	تبلیغی جماعت کے بعض دلفریب اقوال یا نعرے	۳۰
۱۲۶	پہلا قول: لوگوں میں کلمہ والا یقین پیدا کرنا	۳۱
۱۲۸	دوسرا قول: دین کیلئے محنت کی ضرورت ہے	۳۲
۱۳۲	تیسرا قول: کرتے کرتے سیکھنا اور سیکھتے سیکھتے کرنا	۳۳
۱۳۱	چوتھا قول: ہم لوگوں میں جوڑ کرنے کیلئے نکلے ہیں	۳۴
۱۳۷	پانچواں قول: صحابہ کرام نے پہلے ایمان سیکھا پھر قرآن	۳۵
۱۴۱	چھٹا قول: ذکر کے بغیر علم گمراہی ہے	۳۶
۱۴۶	ساتواں قول: علم کتابوں سے نہیں سینے سے حاصل ہوتا ہے	۳۷

نمبر شمار	موضوع	صفحہ نمبر
۳۸	آٹھواں قول: صرف فضائل کی تعلیم کے ذریعہ ہی لوگوں کو جوڑا جا سکتا ہے	۱۵۲
۳۹	نواں قول: تبلیغی جماعت کوئی فرقہ نہیں ہے	۱۵۸
۴۰	دسواں قول: تبلیغ پر اعتراض وہ کرتے ہیں جنہوں نے جماعت میں وقت نہیں لگایا	۱۶۱
۴۱	تبلیغی جماعت کے اکابرین سے پانچ سوال	۱۶۶
۴۲	پہلا سوال: تبلیغ دین کی شرعی حیثیت کیا ہے؟	۱۶۷
۴۳	دوسرا سوال: دعوت و تبلیغ کا ہدف کیا ہونا چاہیے؟	۱۷۱
۴۴	تیسرا سوال: دعوت و تبلیغ کا نصاب کیا ہونا چاہیے؟	۱۷۳
۴۵	چوتھا سوال: کیا کلمہ اور نماز کی درستگی سے عقیدہ درست ہو جاتا ہے؟	۱۷۴
۴۶	پانچواں سوال: کلمہ اور نماز کی درستگی کا کیا مطلب ہے؟	۱۷۶
۴۷	حرف آخر	۱۸۱

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ،

بھائیوں ،دوستوں بزرگوں!

اللہ تبارک وتعالیٰ نے میری آپ کی اورھم سب کی کامیابی اپنے مکمل دین میں رکھی ھے اور یہ دین ھماری زندگی میں کیسے آجائے اس کے لئے چلوں ،سہ روزوں ، مراقبوں اورخودساختہ اذکار جیسی سخت محنت کی ضرورت نھیں بلکہ قرآن وحدیث کے صحیح علم وفھم کی اورسنت کے مطابق عمل کی ضرورت ھے ، اور یھی دین کی صحیح اورحقیقی محنت ھے ۔

زیر نظر کتاب میں اسی محنت کے بارے میں بات کی گئی ھے ،آپ تمام حضرات سے گذارش ھے کہ نھایت توجہ اورغیر جانب داری کے ساتھ اس کتاب کا مطالہ فرمائیں اوراپنی دنیااورآخرت کو بربادی سے بچائیں ،شکریہ۔

قارئین کرام اسی سے ملتا جلتا ایک دوسرا اعلان ہر روز ہماری تمام مساجد بلکہ شاید پوری دنیا کی مساجد سے روزانہ نشر ہورہا ہے اسلیئے ہم نے بھی اپنی تحریر کا آغاز اسی اعلان کی تصحیح سے کیا ہے تاکہ آپ حضرات کی توجہ اس جماعت کی طرف مبذول کی جاسکے جو محض لفظوں کی بازیگری سے آپ کے دین اور دنیا دونوں برباد کررہی ہے ہم آپ سے پوچھنا چاہتے ہیں کیا آپ نے کبھی سوچا ہے کہ:

☆ اللہ تبارک وتعالیٰ کا دین کہہ کر جس دین کی دعوت ہر مسلمان کو دی جارہی ہے وہ دین کیا ہے؟

☆ اس دین کے لئے جس محنت کی شرط لگائی جارہی ہے وہ محنت کیا ہے؟

☆ کیا محض کلمہ اور نماز کی دعوت وتبلیغ کو دین کی تبلیغ کہا جاسکتا ہے؟

☆ کیا ''سب کچھ اللہ سے ہونے کا یقین رکھنا'' کی دعوت دینا دین کی دعوت ہے؟

☆ قرآن کی شہادت ہے کہ کفار مکہ ''سب کچھ اللہ سے ہونے کا یقین رکھتے تھے'' پھر آخر وہ کیا دعوت تھی جس کی بنا پر اہل مکہ نبی کریم ﷺ کی جان کے دشمن ہو گئے؟

ان تمام سوالات کا جواب تلاش کرنے سے قبل ہم آپ کو مطلع کرنا چاہتے ہیں کہ تبلیغی جماعت کے بارے میں اس سے قبل بھی ایک کتاب بعنوان ''تبلیغی جماعت عقائد، افکار، نظریات اور مقاصد کے آئینہ میں'' ہم بذریعہ انٹرنیٹ شائع کر چکے ہیں اس کتاب کا بیشتر حصہ تبلیغی جماعت کے دیوبندی بانی اور اکابرین کے عقائد اور نظریات پر مشتمل تھا جس کے باعث بعض حضرات کو یہ اشکال پیش آیا کہ شاید ہماری وہ کتاب تبلیغی جماعت کے نہیں بلکہ حنفیت اور دیوبندیت کے خلاف ایک تحریر ہے نیز بعض حضرات نے یہاں تک بھی لکھا کہ ہم نے تبلیغی جماعت پر ان غلط عقائد اور نظریات کو زبردستی تھوپا ہے جن کے بارے میں اکثر ان پڑھ اور بھولے بھالے تبلیغی بھائی جانتے بھی نہیں ہیں حالانکہ ہم میں عقائد اور نظریات کے ابواب کے عنوانات میں بھی وضاحت سے یہ لکھا تھا کہ یہ تبلیغی جماعت کے اکابرین کے عقائد اور نظریات ہیں اور ہم نے ان غلط عقائد اور نظریات کی نشاندہی اس وجہ سے کی تھی کہ جس جماعت کا بانی اور اکابرین غلط عقائد اور نظریات کے حامل ہوں وہ جماعت کبھی بھی صحیح دینی اور اسلامی نہج پر کام نہیں کرسکتی خواہ اسکے کارکنان کتنے بھی مخلص اور خیر کے جذبے سے سرشار کیوں نہ ہوں۔

اس ضمن میں بعض قارئین کے کچھ دیگر اشکالات اور سوالات بھی ہمیں بذریعہ ای میل ملتے رہے جس کی بنا پر ہمیں تبلیغی جماعت پر مزید کچھ لکھنے کی ضرورت محسوس ہوئی چنانچہ اسی ضرورت کے پیش نظر ہم یہ زیر نظر کتاب لیکر آپکی خدمت میں ایک بار پھر حاضر ہوئے ہیں جسکے حصہ اول میں ہمارے استاد مولانا عطاء اللہ صاحب ڈیروی نے تبلیغی جماعت کے رہنما اور فضائل اعمال کے مولف جناب مولانا زکریا صاحب کی جانب سے پیش کئے جانے والے تبلیغی جماعت کے دفاع کا مکمل تجزیہ معہ تعاقب پیش کیا اور اب اس کے بعد ہم حصہ دوم کے طور پر تبلیغی جماعت پر جوابی اعتراضات قرآن وحدیث کی روشنی میں پیش کررہے ہیں اس

کتاب میں ہم نے اپنی گذشتہ کتاب کے بالمقابل آسان اور عام فہم طرز تحریر اختیار کرنے کی ہر ممکن کوشش کی ہے تا کہ قارئین کرام اس کتاب سے بھرپور استفادہ کرسکیں کیونکہ اس سے قبل بعض قارئین کی جانب سے یہ شکایت موصول ہوئی تھی کہ ''تبلیغی جماعت عقائد، افکار، نظریات اور مقاصد کے آئینہ میں'' کے بعض مضامین نہایت مشکل اور دقیق ہیں حالانکہ اس کتاب میں ہم نے یہ اپنے قارئین کو پیشگی اطلاع بھی دی تھی کہ عقائد اور نظریات کے بعض ابواب مشکل ہوں گے کیونکہ اسمیں منطق اور فلسفہ کی باریکیاں ہیں اسکے باوجود بھی جن قارئین کی جانب سے یہ شکایات موصول ہوئیں ہماری ہمدردی انکے ساتھ ہے اور ہم تہہ دل سے مشکور ہیں کہ اسکے باوجود انہوں نے ہماری ہمت افزائی فرمائی جس کے باعث ہم ایک نئی تحریر کے صورت میں ایک مرتبہ پھر آپ کے ساتھ ہیں اور اب اس کتاب کے بارے میں اپنی رائے سے مطلع کرنا آپکی ذمہ داری ہے ہمیں آپ کے ای میل کا انتظار رہے گا۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو صحیح عقیدہ اور عمل صالح کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین۔

☆ وصلی اللہ علی نبینا محمد و علی آلہ واصحابہ وسلم ☆

والسلام

ابوالوفاء محمد طارق عادل خان

۲۵ ربیع الاوّل ۱۴۲۷ھ ہجری

دین کی تعریف کیا ہے؟

دین اسلام کی جو تعریف نبی کریم ﷺ نے فرمائی ہے وہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں اسطرح منقول ہے کہ:

﴿ عن تميم الداری أن النبی ﷺ قال الدين النصيحة قلنا لمن قال لله ولكتابه ولرسوله ولائمة المسلمين وعامتهم ☆متفق عليه﴾

''تمیم داریؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: دین نصیحت یعنی خیر خواہی ہے اور ''نصح'' خالص کرنے کو کہتے ہیں پوچھا گیا خالص کس کیلئے کرنا ہے آپ ﷺ نے فرمایا اللہ کے لئے، کتاب کے لئے، رسول کے لئے، مسلمانوں کے حاکم کے لئے اور عام مسلمانوں کے لئے'' اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے صحیح مسلم کی شرح میں امام نوویؒ لکھتے ہیں کہ:

﴿دین کو اللہ کے لئے خالص کرنے سے مراد یہ ہے کہ اللہ پر ایمان لایا جائے اور شرک کی نفی کی جائے، اللہ کی صفات کمال وجلال میں جو الحاد اختیار کیا جاتا ہے ترک کیا جائے، تمام نقائص سے اللہ کی ذات کو پاک قرار دیا جائے، اطاعت، محبت، شکر اور انعامات کا اعتراف کیا جائے اور معصیت اور نافرنی سے اجتناب کیا جائے، اسکی عبادت کی جائے اور عبادت کی جملہ اقسام مثلاً قیام، رکوع، سجود، نذر، نیاز، طواف، اعتکاف، قربانی، صدقات، دعا، استعانت اور استغاثہ صرف اللہ کیلئے خالص کیا جائے یعنی ان تمام امور میں اللہ کو غیر اللہ کے مقابلے میں خاص کرنا دین کہلاتا ہے۔

دین کو کتاب کے لئے خالص کرنے سے مراد یہ ہے کہ اللہ کے کلام پر اور اسکے نازل ہونے پر ایمان رکھا جائے، مخلوق میں سے کسی کی بات کو اللہ کے کلام کے ساتھ اسطرح ملا کر بیان نہ کیا جائے کہ سننے والا مخلوق کی بات کو اللہ کی بات یا حکم سمجھ بیٹھے، اللہ کے کلام کی

تعظیم و تلاوت کی جائے اور تلاوت کا حق ادا کیا جائے، قرآن کے حروف کو توڑ مروڑ کر یا غلط تاویل کے ذریعہ کلام اللہ کی تحریف نہ کی جائے، اسکے احکامات، علوم و امثال کو سمجھا جائے اور وعظ و عجائبات پر غور فکر کیا جائے، اسکے محکمات پر عمل کیا جائے اور متشابہات کے پیچھے لگنے سے پرہیز کیا جائے اور اسکے عموم اور خصوص اور ناسخ اور منسوخ کا اعتبار کیا جائے، اس کے علوم کی نشر و اشاعت کی جائے پس ان تمام حقوق میں اللہ کی کتاب کو دیگر تمام کتب کے مقابلے میں خاص کرنا دین کہلاتا ہے۔

دین کو رسول کے لئے خالص کرنے سے مراد یہ ہے کہ رسول کی تصدیق کی جائے، وحی کے ذریعہ جو علم رسول کو دیا گیا ہے اس پر ایمان لایا جائے، امر و نہی میں رسول کی اطاعت کی جائے، اسکی مدد کی جائے، اسکی سنتوں کو زندہ کیا جائے، اسکی لائی ہوئی شریعت کی دعوت و تبلیغ کی جائے، اسکی احادیث کے معنی و مفہوم میں غور فکر کیا جائے، اسکی تعظیم و توقیر کی جائے، اسکے اہل بیت اور اصحاب سے محبت کی جائے یعنی ان تمام خصوصیات میں رسول کو غیر رسول سے خاص کرنا دین کہلاتا ہے۔

دین کو ائمہ مسلمین یعنی حکمرانوں کے لئے خالص کرنے سے مراد یہ ہے کہ حق میں انکی معاونت کی جائے، انکے ساتھ اخلاق اور ادب و احترام سے پیش آیا جائے، معروف میں میں انکی اطاعت کی جائے اور منکر پر انہیں تنبیہ و تذکیر مناسب طریقہ پر کی جائے، جب تک وہ نماز اور زکواۃ کو قائم کرتے رہیں انکے خلاف بغاوت سے گریز کیا جائے، انکے ساتھ ملکر جہاد کیا جائے، انکے متعلق جھوٹی افواہیں پھیلانے سے گریز کیا جائے یعنی اس سلوک کو عام قائدین کے مقابلے میں مسلمان حکمران کے ساتھ خاص کرنا دین کہلاتا ہے۔

اور دین کو مسلمانوں کے لئے خالص کرنے سے مراد یہ ہے کہ انکے حق میں ایسی چیزوں اور باتوں سے گریز کیا جائے جو دنیا و آخرت میں انکے خسارے کا باعث ہوں، اپنے ہاتھوں کو ہر اس عمل سے روکا جائے جو انکے لئے اذیت کا باعث بن سکتا ہو، انکی خامیوں کی

پردہ پوشی کی جائے،انکے نفع اورنقصان کا خیال کیا جائے،نرمی اورخلوص کے ساتھ امر بالمعروف اورانہی عن المنکر کیا جائے، بڑوں کی عزت کی جائے اورچھوٹوں پررحم کیا جائے،ان میں سلام کو عام کیا جائے،بیمار پرسی کی جائے اورموت پر جنازہ وتدفین میں شریک ہوا جائے، انکے لئے وہی بات اورطرز عمل پسند کرے جس کی خواہش اپنی ذات کے لئے رکھتا ہو،انکے جان،مال اورعزت کے پامال کرنے کواپنے اوپرحرام سمجھا جائے یعنی اس طرزعمل کوغیرمسلموں کے مقابلے میں مسلمانوں کے ساتھ خاص کرنا دین کہلاتا ہے ﴾

تمام عبادات کواللہ کیلئے خالص کرنا دین ہے

☆ وہ جماعت جوبستر اٹھائے مسجد مسجد گھوم رہی ہے کیا وہ اسی دین کی دعوت دے رہی ہے جومندرجہ بالا حدیث اوراسکی شرح میں مذکور ہے؟

☆ جس جماعت کے نزدیک دین کواللہ کیلئے خالص کرنے سے مراد یہ ہو دعا جیسی عظیم ترین عبادت میں بزرگوں کا وسیلہ اختیار کرنا جائز ہوکیا دین کا کام کرنے کے اہل ہوسکتی ہے جبکہ نبی کریم ﷺ کے فرمان کے مطابق دعاہی اصل عبادت ہے اورمعلوم ہونا چاہیے کہ نبی کریم ﷺ کا اپنی قوم سے اصل اختلاف وسیلہ کے مسئلہ پرہی تھا۔

☆ کیا مسلمانوں کا کوئی فرقہ ایسا ہے جو اپنے آپ کومسلمان کہتا ہواورپھر یہ دعویٰ نہ کرتا ہوکہ وہ اللہ اوراسکے رسول ﷺ کی طرف دعوت دے رہا ہے اس لئے تبلیغی جماعت اگر یہ کہتی ہے یا بظاہر ایسا کرتی ہوئی دکھائی دیتی ہے تو یہ بات اسکے حق پرہونے کی دلیل نہیں بن سکتی کیونکہ تبلیغ دین نماز،روزہ،حج اورصدقات کی فضائل بیان کرنے کا نام نہیں بلکہ تبلیغ دین کا اصل مقصد عقائد کی اصلاح اوردرستگی ہے جبکہ تبلیغی جماعت کا نصاب اوران کی دیگر کتب صحیح اسلامی عقائد کے بیان سے نہ صرف کلی طور پرپاک ہیں بلکہ غلط

اور غیر اسلامی عقائد کی تشہیر بذریعہ حکایات عام کرنے میں تبلیغی جماعت اور اسکا نصاب پیش پیش ہیں۔

تبلیغی جماعت میں کچھ خوبیاں اور اچھی باتیں بھی ہیں لیکن معلوم ہونا چاہیے کہ ان اچھی باتوں کو برباد کردینے کے لئے محض ایک غلط عقیدہ ہی کافی ہے جبکہ تبلیغی اور دیوبندی جماعت کے بہت سے عقائد باطل ہیں جن کی مکمل تفصیل آپ ہماری کتاب میں دیکھ سکتے ہیں نیز کیا آپ بتاسکتے ہیں کہ دنیا میں کوئی ایک بھی ایسی مذہبی جماعت ہے جس میں سرے سے کوئی خوبی ہی نہ ہو مثلاً ہندو ، یہودی یا عیسائی مذاہب میں بھی بہت سی خوبیاں موجود ہیں کیا آپ انکی ان خوبیوں کی بنا پر ان مذاہب کی تعریف کریں گے اور ان میں شامل ہونا چاہیں گے ، درحقیقت ہماری عوام عقیدے کی اہمیت اور ضرورت کو اکثر و بیشتر سمجھنے سے قاصر ہوتے ہیں اس لئے وہ تبلیغی جماعت کی ظاہری چلت پھرت اور قربانیوں سے متاثر ہوکر اس جماعت کی حمایت اور تائید میں لگ جاتے ہیں اس مسئلہ کو آپ اس طرح سمجھیں کہ قادیانیوں کا آخر کیا قصور تھا کہ انھیں ملت اسلامیہ سے خارج قرار دیا گیا ، کیا وہ نماز سے انکاری تھے یا روزہ اور زکواۃ کے منکر تھے یا کسی اور اسلامی شعار کے تارک تھے ، صاف ظاہر ہے کہ نہیں بلکہ بات صرف اتنی تھی کہ وہ ایک اسلامی عقیدہ ختم نبوت کے انکاری تھے اس لئے وہ ملت مسلمہ سے خارج قرار دیئے گئے جبکہ تبلیغی اور دیوبندی جماعت کے اکابرین عقیدہ توحید میں بھی صحابہ کرام کے عقیدہ کے خلاف عقیدہ رکھتے ہیں اس اعتبار سے یہ لوگ قادیانیوں سے بھی زیادہ بڑے مجرم ہیں کیونکہ عقیدہ توحید عقیدہ ختم نبوت سے بھی زیادہ اہم اور اولین ہے اور ہمارا تبلیغی جماعت سے بنیادی اختلاف بھی یہی ہے یعنی اگر یہ لوگ اپنے عقائد درست کرلیں اور اپنے تبلیغی نصاب کی اصلاح کرلیں نیز تبلیغ کے طریقہ کار کو سنت کے مطابق بنالیں تو ہمارا ان سے کوئی اختلاف نہیں ہے۔

تلاوت اور نشر و اشاعت میں کتاب اللہ کو خالص کرنا دین ہے

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا:

﴿ **قل هل ننبئكم بالاخسرين اعمالا ☆الذين ضل سعيهم فى الحياة الدنيا وهم يحسبون انهم يحسنون صنعا☆ اولئک الذين كفروا بأيات ربهم ولقائه فحبطت اعمالهم فلانقيم لهم يوم القيامة وزنا ☆ سورة الكهف ١٠٥** ﴾

یعنی ''کیا ہم تم کو بتائیں اعمال کے اعتبار سے سب سے زیادہ خسارہ میں کون ہے؟ وہ کہ جس کی محنت دنیا میں بھٹکتی رہ گئی اور وہ یہ گمان کرتا رہا کہ وہ بہت اچھے اعمال کر رہا ہے، درحقیقت یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے اپنے رب کی آیات اور ملاقات کا کفر کیا، پس انکے تمام اعمال غارت ہو گئے، قیامت کے دن ہم ان اعمال کیلئے ترازو قائم ہی نہیں کریں گے'' اس آیت کریمہ کا مخاطب اکثر مفسرین نے خوارج اور اہل بدعت کو قرار دیا ہے جو اپنی خود ساختہ دماغی اختراع کو دین سمجھ لیتے ہیں اور اس دور میں تبلیغی جماعت اس آیت کا مصداق نظر آتی ہے کیونکہ ''اللہ کی آیات کا کفر'' اس جماعت میں خاص طور سے پایا جاتا ہے، اہل علم کے نزدیک کفر کی دو قسمیں ہیں ایک عملی کفر اور دوسرے اعتقادی کفر، اللہ کی آیات سے عملی کفر یہ ہے کہ اللہ کی کتاب کو پڑھنے اور سمجھنے سے اعراض کیا جائے پس:

☆ جو جماعت اپنے اجتماعات اور حلقوں میں قرآن کے بجائے دیگر کتب کی تلاوت اور نشر و اشاعت کرتی ہو اور یہ عقیدہ رکھتی ہو کہ قرآن کو سمجھنے کیلئے پندرہ (۱۵) علوم کی ضرورت ہے اس لئے قرآن کو سمجھنے کی نیت سے ہاتھ بھی مت لگاؤ کیا وہ قرآن کے ساتھ کفر عملی کی مرتکب نہیں ہے اور کیا ایسی جماعت دین کا کام کرنے کی اہل ہو سکتی ہے؟

تبلیغی جماعت ایک جانب قرآن کی ایک آیت یا حدیث سمجھنے کیلئے علامہ ہونا شرط سمجھتی ہے اور

دوسری جانب زکریا صاحب کے مرتب کردہ فضائل اعمال کی تلاوت کی وکالت یہ کہہ کر کرتی ہے کہ اسمیں بھی قرآن وحدیث ہے پھر الگ سے قرآن کی تفسیر یا حدیث کی کتاب پڑھنے کی کیا ضرورت ہے تو سوال یہ ہے کہ:

☆ کیا قرآن کی جو آیات زکریا صاحب نے فضائل اعمال میں لکھی ہیں ان کو سمجھنے کیلئے پندرہ (۱۵) علوم کی ضرورت نہیں ہے؟ اگر اسکا جواب یہ ہے کہ ان آیات کی تشریح زکریا صاحب نے کردی ہے اس سبب ان آیات کو سمجھنے کیلئے پندرہ علوم کی ضرورت نہیں ہے پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر تشریح سے قرآن کی آیات سمجھ آسکتی ہیں تو کیا باقی قرآن کو سمجھنے کیلئے علماء کی تفاسیر موجود نہیں ہیں؟

☆ تبلیغی جماعت کے اکابرین اگر یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ قرآن کو سمجھنے کیلئے پندرہ (۱۵) علوم کی ضرورت ہے تو پھر اپنے چلوں اور سہہ روزں میں ان علوم کو سکھانے کا اہتمام کرنے کے بجائے قرآن کی چند سورتیں رٹانے پر ہی اکتفا کیوں کرتے ہیں، کیا ان علوم کو سیکھنا اور سکھانا دین کا کام نہیں ہے؟

کفر کی دوسری قسم کفر اعتقادی ہے اور یہ کفر بھی تبلیغی جماعت کے اکابرین میں بدرجہ اتم پایا جاتا ہے اسکی مثال فقہ حنفی کی سب سے بڑی کتاب ہدایہ سے حاضر ہے جس کے بارے میں احناف کا کہنا ہے کہ "**ھدایہ کالقرآن**" یعنی ہدایہ قرآن کی مانند ہے، علامہ ابن الھمام حنفی مذہب کے بڑے علماء میں سے ایک ہیں انھوں نے نو جلدوں میں ہدایہ کی شرح لکھی ہے اور عقائد میں ان کی ایک کتاب المسایرۃ ہے اسکی دو شرحیں اس کے ساتھ چھپی ہوئی ہیں ایک کمال بن ابی شریف کی ہے دوسری قاسم بن قطلو بغا کی ہے اس کتاب کے ص ۶۹، ۷۰ میں ہے کہ:

﴿ الاصل السادس والسابع انه تعالى متكلم بكلام قديم قائم بذاته ليس بحرف ولاصوت زاد غيره ليس بصرى ولاسورى ولا عربى وانما العربى والسورى والبصرى مما فيه دلالات على

کلام اللہ تعالی ﴾

یعنی ''اللہ تعالی کلام کرتا ہے مگر اس کا کلام قدیم ہے اس کی ذات کے ساتھ قائم ہے اس سے جدا نہیں ہے اور اس کے کلام کے نہ حروف ہیں نہ آواز ہے اور اس کا کلام نہ عبرانی ہے نہ سوری ہے نہ عربی ہے بلکہ عربی، سوری اور عبرانی کلام جس میں یہ کتابیں نازل ہوئی ہیں کلام الٰہی پر دلالت کرتی ہیں، ان زبانوں میں یہ کتابیں حقیقت میں اللہ کا کلام نہیں ہے''

مطلب یہ ہے کہ یہ کتابیں کلام اللہ کا ترجمہ ہیں اور اس قاعدے میں عقیدہ بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالی کی کلام کے الفاظ بھی نہیں ہیں اور اس کے کلام کی کوئی آواز نہیں ہے پس جب اللہ تعالی کا کلام بغیر الفاظ وبغیر آواز ہوا تو یہ قرآن اللہ تعالی کا کلام نہ ہوا بلکہ اللہ کے کلام کا ترجمہ اور معنی ہوا یعنی جب اللہ تعالی کی آواز سنائی نہیں دے سکتی تو پھر جبرئیل نے اللہ تعالی کا کوئی کلام نہیں سنا اور ہمارے پاس موجودہ قرآن اللہ تعالی کا کلام نہیں کسی اور کا کلام ہوا یہی وجہ ہے کہ زکریا صاحب اپنے اس عقیدہ کا تبلیغی نصاب میں ان الفاظ میں اظہار کر رہے ہیں:

﴿ کلام اللہ شریف معبود کا کلام ہے، محبوب ومطلوب کے فرمودہ الفاظ ہیں ﴾ اور آگے فرماتے ہیں ﴿ کلام الٰہی محبوب وحاکم کا کلام ہے اس لئے دونوں آداب کا مجموعہ اسکے ساتھ برتنا ضروری ہے ☆ فضائل قرآن ص ۷ ﴾

قارئین خود فیصلہ کریں جس جماعت کے اکابرین کا یہ عقیدہ ہو کیا وہ دین کا کام کرنے کی اہل ہو سکتی ہے؟

اطاعت کو رسول اللہ ﷺ کیلئے خالص کرنا دین ہے

☆ جس جماعت کے نزدیک دین کو رسول کے لئے خالص کرنے کا مطلب ہر مسلمان کو صرف نبی کریم ﷺ کی اتباع کی دعوت دینے کے بجائے ہر شخص کو اپنے اپنے کنویں

کا پانی پینے کی تاکید کرنا ہو کیا وہ دین کا کام کرنے کی اہل ہو سکتی ہے؟

☆ کیا ایک ہی زبان سے محمد رسول اللہ کا کلمہ پڑھنا اور اسی زبان سے محمد رسول اللہ ﷺ کے بجائے دوسروں کو اپنا امام قرار دینا رسول کے ساتھ شرک نہیں ہے؟

غیر نبی کی اطاعت جسے تقلید کہا جاتا ہے اور تقلید کرنے والے تقلید کو واجب اور فخر سے اپنے آپ کو مقلد کہتے ہیں حالانکہ یہ تقلید بعض اوقات انسان کو شرک باللہ تک بھی لے جاتی ہے مثال کے طور پر سورۃ البقرۃ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

﴿ والوالدات یرضعن اولاد ھن حولین کاملین لمن اراد ان یتم الرضاعة ☆ سورۃ البقرۃ ۲۳۳ ﴾

یعنی ''بچوں والی عورتیں جو رضاعت کی مدت مکمل کرنا چاہتی ہیں وہ اپنے بچوں کو کامل دو برس دودھ پلائیں'' اس آیت کی شرح کرتے ہوئے مشہور حنفی عالم شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی تفسیر عثمانی میں لکھتے ہیں کہ ''یعنی ماں کو حکم ہے کہ اپنے بچہ کو دو برس تک دودھ پلائے اور یہ مدت اس کے لئے ہے جو ماں باپ بچہ کے دودھ پلانے کی مدت پورا کرنا چاہیں ورنہ اس میں کمی بھی جائز ہے'' یعنی انتہائی مدت اس آیت میں دو سال بیان کر دی گئی ہے اسکے بعد اسی مسئلہ کو اللہ تعالیٰ نے سورۃ الاحقاف میں بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ:

﴿ ووصینا الانسان بوالدیه احسانا حملته امه کرھا ووضعته کرھا وحمله وفصاله ثلثون شھرا ☆ سورۃ الاحقاف ۱۶ ﴾

یعنی ''اور ہم نے انسان کو اپنے والدین کے ساتھ احسان کا حکم دیا کیونکہ اسکی ماں نے اسکا حمل اٹھایا تکلیف سے اور اسکو پیدا کیا تکلیف سے اور حمل اٹھانا اور دودھ چھڑانا تیس ماہ میں ہے'' اس آیت کریمہ میں حمل اٹھانے سے لیکر دودھ چھڑانے تک کی مدت تیس ماہ یعنی ڈھائی سال بیان کی گئی ہے اس کی شرح کرتے ہوئے اہل علم نے کہا ہے کہ اس آیت کریمہ کی رو سے حمل کی کم از کم مدت چھ ماہ ہے اور دودھ پلانے کی مدت چوبیس ماہ یعنی دو سال ہے اسکے بعد اسی مسئلہ کو اللہ تعالیٰ نے سورۃ لقمان میں ان الفاظ سے بیان

فرمایا کہ:

﴿ ووصینا الانسان بوالدیه حملته امه وهنا علٰی وهن وفصاله فی عامین ان اشکرلی ولوالدیک ☆ سورة لقمان ١٤﴾

یعنی ''ہم نے وصیت کی انسان کو اپنے والدین کے بارے میں کیونکہ اسکی ماں نے مشقت پر مشقت اٹھا کر اسے پیٹ میں رکھا اور دودھ چھڑایا دو برس میں چنانچہ انسان کو چاہیے کہ شکر کرے میرا اور اپنے والدین کا ممنون رہے'' قرآن کریم کی ان نصوص سے ثابت ہوا کہ رضاعت کی مدت صرف دو سال ہے اور احادیث میں بھی اس بات کی صراحت موجود ہے کہ دو سال کے بعد کوئی رضاعت معتبر نہیں لیکن امام ابوحنیفہؒ کے قول کے مطابق رضاعت کی مدت ڈھائی سال ہے چنانچہ احناف مقلدین قرآن کی ان نصوص کا انکار کرتے ہیں اور رضاعت کی مدت ڈھائی سال ہونے کا فتویٰ دیتے ہیں مثال کے طور پر اسی سورۃ لقمان کی آیت کی شرح کرتے ہوئے حنفی عالم مولانا شبیر احمد عثمانی اپنی تفسیر عثمانی میں تنبیہ کا نوٹ لگاتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

> ''دودھ چھڑانے کی مدت جو یہاں دو سال بیان ہوئی ہے باعتبار غالب اور اکثری عادات کے ہے، امام ابوحنیفہؒ جو اکثر مدت ڈھائی سال بتاتے ہیں ان کے پاس کوئی اور دلیل ہوگی، جمہور کے نزدیک دو سال ہی ہے ☆ حواشی سورۃ لقمان آیت نمبر ۱۴ ترجمہ مولانا محمود الحسن تفسیر مولانا شبیر احمد عثمانی''

انا للہ وانا الیہ راجعون یہ ہے تقلید کا شاخسانہ کہ قرآن وحدیث کی اتنی واضح نصوص ہونے کے باوجود یہ کہہ دیا گیا کہ امام ابوحنیفہؒ کے پاس کوئی دلیل ہوگی وہ دلیل جو آج پندرہ سو سال گزرنے کے بعد بھی سامنے نہیں آئی اور انشاء اللہ قیامت تک نہیں آئے گی اس طرح مقلدین حضرات نے قرآن کے مقابلے میں امام کے قول کو اختیار کر کے امام کو اللہ تبارک وتعالیٰ کے ساتھ بھی شریک کر دیا ہے جبکہ ہم ایمان رکھتے ہیں کہ جو دین اسلام آج ہمارے پاس ہے وہ اصول اور احکام میں مکمل ہے لیکن باطل فرقے ہر اختلافی مسئلہ میں ''ہمارے امام کے پاس دلیل ہوگی'' کا نعرہ لگا کر عوام الناس کو ہمیشہ یہی باور کرانے کی کوشش کرتے ہیں اصل دین ضائع ہو گیا ہے اور اب ہمارے پاس ائمہ کرام کی تقلید کے سوا کوئی چارہ کار نہیں ہے اور یہ سوچ

اور تصور اس زمانے میں ایک تحریک کی شکل اختیار کر گیا ہے جسے ایک جماعت نے اپنے اصولی موقف کے طور پر اختیار کر لیا ہے اور برملا یہ کہنا شروع کر دیا ہے کہ ہر شخص اپنے اپنے کنوئیں کا پانی پیئے یعنی ہر ایک اپنے امام کے مسائل پر عمل کرے جو حنفی ہے وہ امام ابو حنیفہؒ کی تقلید کرے شافعی امام شافعیؒ کی اور اسی طرح مالکی اور حنبلی بھی اپنے اپنے امام کی پیروی کریں حالانکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمارے لئے ایک کنواں اور ایک امام مقرر کر دیا ہے جس کا ہم کلمہ پڑھتے ہیں یعنی کسی بھی مسلمان کیلئے جائز نہیں کہ نبی کریم ﷺ کے علاوہ کسی کو بھی اپنا امام قرار دیکر اسکی بلا دلیل اور غیر مشروط اتباع کرے کیونکہ اسلام کی پندرہ سو سال کی طویل تاریخ میں بے شمار ائمہ اور مجتہدین گذرے ہیں جنہوں نے اپنے اپنے طور پر دین کی خدمت کی وہ تمام ہمارے نزدیک قابل ستائش اور قابل احترام ہیں لیکن بلا دلیل اور غیر مشروط اتباع محمد رسول اللہ ﷺ کے علاوہ کسی کی بھی جائز نہیں ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ کا رسول اللہ ہونا بذاتہ دلیل ہے لیکن اس ضمن میں حیرت اور افسوس اس وقت ہوتا ہے جب قرآن وحدیث کی اتباع کی دعوت دینے والوں کو فرقہ کا نام دیا جاتا ہے اور اس جماعت کو جو کھلم کھلا تفرقہ کی اور اپنے اپنے کنویں کا پانی پینے کی دعوت دے رہی ہے اسکی تعریف میں زمین آسمان کے قلابے ملائے جاتے ہیں اور کہا جاتا ہے کہ یہ جماعت تفرقہ کی بات نہیں کرتی۔

تبلیغی جماعت کے دین کی محنت کا قرآن وحدیث کی روشنی میں جائزہ

تبلیغی جماعت کے اراکین ہر مسجد میں فرض نماز کے بعد یہ دعوت دیتے نظر آتے ہیں کہ:

﴿بقیہ نماز کے بعد ایمان ویقین اور دین کی محنت کے بارے میں بات ہوگی، تمام حضرات سے گذارش ہے کہ تشریف رکھیں، انشاء اللہ بہت فائدہ ہوگا﴾

اسکے بعد جب بات شروع ہوتی ہے تو ایمان ویقین کا کوئی ذکر ہی نہیں ہوتا البتہ دین کی محنت کی دعوت دی جاتی ہے جو چند ہی کلمات کے بعد خروج پر آ کر ٹھہر جاتی ہے اور ہر شخص کو باور یہ کرایا جاتا ہے کہ دین

کی تبلیغ کے لئے نکلنا ہر شخص پر فرض ہے اور یہی دین کی محنت ہے لہذا ہر شخص اپنا نام چلے یا کم از کم سہ روزہ کے لئے ضرور لکھوائے پھر جو لوگ اپنے نام لکھواتے ہیں انہیں جماعتوں کی صورت میں نکالا جاتا ہے۔مشہور ہے کہ کوئی جھوٹ اگر بار بار بولا جائے تو ایک وقت وہ بھی آتا ہے جب خود جھوٹ بولنے والے کو بھی اپنا جھوٹ سچ لگنے لگتا ہے یہی حال تبلیغی جماعت کا بھی ہے، یہ لوگ مولانا الیاس صاحب کی ایجاد کردہ خروج کی بدعت کو دین کی محنت اور انبیاء کا کام اپنی ہر مجلس میں اس تکرار کے ساتھ کہتے ہیں کہ خود انکے اپنے دل ودماغ میں بھی یہ خروج کی بدعت اسطرح راسخ ہو جاتی ہے کہ پھر یہ لوگ دین کا کام کرنے والے ان علماء کی بھی تحقیر کرنے بھی نہیں چوکتے جو تحریر وتقریر کے ذریعہ دین کا کام کررہے ہوتے ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن کریم میں ایسے خودفریبی میں مبتلا افراد کے بارے میں فرمایا:

﴿ افمن زین لہ سوء عملہ فرأہ حسنا فان اللّٰہ یضل من یشاء ویھدی من یشاء فلاتذھب نفسک علیھم حسرات ان اللّٰہ علیم بمایصنعون ☆ سورۃفاطر۸﴾

یعنی ’’جس کیلئے اسکا برا عمل مزین کردیا گیا ہو اور وہ عمل اسکی نظر میں کھب گیا ہو تو جان لو کہ اللہ جس کو چاہتا ہے گمراہی میں پڑا رہنے دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے پس آپ انکے حال پر اپنے دل میں افسوس نہ کریں بے شک اللہ خوب جانتا ہے جو جھوٹ وہ گھڑتے ہیں‘‘یعنی انھوں نے اللہ اور اسکے دین پر جو جھوٹ گھڑنے کا سلسلہ قائم کردیا ہے اسکے باعث اللہ نے انکے لئے گمراہی مقدر کردی ہے حتیٰ کہ شیطان نے ان کا یہ برا عمل انکے لئے مزین کردیا ہے اور اب وہ اپنے جی میں یہ خیال کرتے ہیں وہ ہدایت پر ہیں،ان افراد کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿ قل ھل ننبئکم بالاخسرین اعمالا ☆الذین ضل سعیھم فی الحیاۃ الدنیا وھم یحسبون انھم یحسنون صنعا☆ اولئک الذین کفروا بأیات ربھم ولقائہ فحبطت اعمالھم فلانقیم لھم یوم القیامۃ وزنا ☆ سورۃ الکھف ۱۰۵ ﴾

یعنی ’’کیا ہم تم کو بتائیں اعمال کے اعتبار سے سب سے زیادہ خسارہ میں کون ہے؟ وہ کہ جس کی

محنت دنیامیں بھٹکتی رہ گئی اوروہ یہ گمان کرتا رہا کہ وہ بہت اچھے اعمال کررہاہے،درحقیقت یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کی آیات اور ملاقات کا کفرکیا،پس انکے تمام اعمال غارت ہوگئے،قیامت کے دن ہم ان اعمال کیلئے ترازو قائم ہی نہیں کریں گے'' اس آیت کریمہ کا مخاطب اکثرمفسرین نے خوارج اوراہل بدعت کوقرار دیاہے جواپنی خودساختہ دماغی اختراع کودین سمجھ لیتے تھے ایسے لوگوں کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

﴿حدثنا ابو المغيرة قال حدثنا الاوزاعى حدثنى قتادة عن انس بن مالك وابى سعيد الخدرى وقد حدثنا ابو المغيرة عن انس عن ابى سعيد ثم رجع الى النبى ﷺ قال سيكون فى امتى خلاف وفرقة قوم يحسنون القيل ويسيئون الفعل يقرؤن القرآن لايجاوز تراقيهم يحقر احدكم صلاته معصلاتهم وصيامه مع صيامهم يمرقون من الدين مروق السهم من الرمية لا يرجعون حتى يرتدوا على فوقه هم شر الخلق و الخليقة طوبىٰ لمن قتلهم و قتلوه يدعون الى كتاب الله وليسوا منه فى شئى من قاتلهم كان اولى بالله منهم قالوا يارسول الله ماسيماهم قال التحليق ☆رواه مسند احمد﴾

یعنی ''ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایاعنقریب میری امت میں اختلاف کے باعث ایک گروہ پیدا ہوگا جونہایت اچھی اوردل موہ لینے والی باتیں کرے گا لیکن اعمال کے اعتبار سے خبیث ہوگا،وہ گروہ قرآن پڑھے گا مگر قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا،تم انکی نمازوں کے مقابلے میں اپنی نمازوں کواور انکے روزوں کے مقابلے میں اپنے روزوں کوحقیر سمجھو گے،وہ لوگ دین سے اسطرح نکل جائیں گے جس طرح تیرکمان سے نکل جاتا ہے پھرانکولوٹایانہیں جاسکے گا،وہ تمام مخلوق میں بدترین لوگ ہوں گے پس خوشخبری ہے ان لوگوں کیلئے جواس گروہ سے قتال کریں گے،وہ تم کواللہ کی کتاب کی طرف بلائیں گے جبکہ انکے پاس اس میں سے کچھ بھی نہیں ہوگا،جوانکے ساتھ قتال کرے گا وہ اللہ کے نزدیک مقبول

ہوگا، پوچھا گیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ انکی علامات اورنشانی کیا ہوگی آپ ﷺ نے فرمایا تحلیق انکی علامت ہوگی''

﴿ **عبداللّٰہ بن عمرو بن العاص قال سمعت رسول اللّٰہ ﷺ یقول سیخرج اناس من امتی من قبل المشرق یقرؤن القرآن لایجاوز تراقیھم کلما خرج منھم قرن قطع کلما خرج منھم قرن قطع حتی عدھا زیادۃ علی عشرۃ مراۃ کلما خرج منھم قرن قطع حتی یخرج الدجال فی بقیتھم☆رواہ مسند احمد**

یعنی ''عبداللہ بن عمرو بن عاص ؓ فرماتے ہیں میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا ہے کہ عنقریب میری امت کے کچھ لوگ مشرق کی جانب سے نکلیں گے جو قرآن پڑھتے ہوں گے لیکن قرآن انکے حلق سے نیچے نہیں اترے گا یہ لوگ ہر صدی میں نکلتے رہیں گے یہاں تک کے ان کا آخری گروہ دجال کے ساتھ نکلے گا''

﴿ **عن عبداللّٰہ بن مسعود قال قال رسول اللّٰہ ﷺ یخرج فی آخر الزمان قوم احداث الاسنان سفھاء الاحلام یقرؤن القرآن لایجاوز تراقیھم یقولون من قول خیر البریۃ یمرقون من الدین کما یمرق السھم من الرمیۃ ☆ رواہ الترمذی کتاب الفتن** ﴾

یعنی ''عبداللہ بن مسعود ؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ آخری زمانے میں ایک قوم نکلے گی جس میں نوجوان اورکم عقل لوگ شامل ہوں گے وہ قرآن پڑھیں گے لیکن قرآن انکے حلق سے نیچے نہیں اترے گا وہ لوگ بظاہر بہت اچھی باتیں کریں گے لیکن دین سے اسطرح نکل جائیں گے جس طرح تیر شکار سے آر پار نکل جائے''اس قسم کی احادیث بخاری ومسلم سمیت تقریباً تمام احادیث کی کتب میں وارد ہوئی ہیں مگر یہاں ہم نے صرف ان احادیث کونقل کیا ہے جو جامع المتن ہیں،محدثین کے زمانے میں جب ان احادیث کونقل کیا گیا تو صرف ایک گروہ خوارج کا موجود تھا جو ان احادیث کا مصداق نظر آتا تھا لھذا تمام اہل علم نے ان احادیث کی شرح میں خوارج کا تذکرہ کیا ہے لیکن مسند احمد کی مندرجہ بالا حدیث میں صراحت

سے یہ بات موجود ہے کہ یہ گروہ ہرصدی میں نکلتا رہے گا چنانچہ مناسب معلوم ہوتا ہے ان احادیث میں وارد بعض الفاظ اوراصطلاحات کی شرح کی جائے تاکہ اس گروہ کو بے نقاب کیا جاسکے جو ہر زمانے میں بھولے بھالے مسلمانوں کواپنا شکار بناتا رہا ہے۔

احادیث کے اہم الفاظ واصطلاحات کی شرح

خوارج:

خوارج کی تعریف میں اہل علم نے لکھا ہے کہ یہ مسلمانوں کے گمراہ فرقوں میں سے ایک فرقہ تھا جس کی سات شاخیں تھیں جن کے تذکرہ اباضیہ،محکمیہ ،جیسیہ،ازارقہ،بخدات ،صفریہ اورعجادرہ کے نام سے ملتا ہے یہ سب گناہ کبیرہ کرنے والے کی تکفیر کرتے تھے اور وہ تمام آیات کو جو کفار کے حق میں نازل ہوئی تھیں ان کو مسلمانوں پر چسپاں کرتے تھے اسی سبب عبداللہ بن عمرؓ انکو تمام مخلوقات میں سب سے بدتر کہتے تھے اور جب علی بن ابی طالبؓ سے خوارج کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انھوں نے فرمایا کہ:

﴿ خوارج کو کافر نہیں کہنا چاہیے کیونکہ انھوں نے کفر سے بھاگنے کی وجہ سے ہی خروج اختیار کیا ہے پھر پوچھا گیا کیا وہ منافق ہیں؟ فرمایا منافق تو اللہ کی یاد بہت کم کرتے ہیں جبکہ خوارج تو اللہ کی یاد بہت زیادہ کرتے ہیں حتیٰ کے صبح اور شام اللہ ہی کی یاد میں رہتے ہیں درحقیقت ان پر آفت آئی ہے اور شیطان نے ان کو بہکا دیا ہے جس کے سبب یہ اندھے اور بہرے ہوگئے ہیں کسی کی بات نہیں سنتے بس جو اپنے لوگ کہیں اسی کو مانتے ہیں اور دوسرے مسلمانوں کی نہ تقریر سنتے ہیں اور نہ کتابیں پڑھتے ہیں یہ جہالت اور بے عقلی کی ایک قسم ہے☆ لغات الحدیث از علامہ وحیدالزماں جلد اول ﴾

یہاں علی بن ابی طالبؓ نے خوارج کی جو تعریف کی ہے اگر اسکا موازنہ موجودہ تبلیغی جماعت سے کیا جائے تو انتہا درجہ کی مماثلت پائی جاتی ہے یعنی تبلیغی جماعت کے لوگ بھی اپنے عالم کی بات کے آگے کسی کی نہیں سنتے اور نہ کسی کی کتابیں پڑھتے ہیں مثال کے طور پر ایک ہدایت جو کہ حضرت جی مولانا یوسف

صاحب کی جانب سے تبلیغی جماعت کو دی گئی ہے اور جس پر تبلیغی جماعت بڑی سختی کے ساتھ کاربند ہے وہ یہ ہے کہ:

﴿ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کی تالیف فرمودہ فضائل قرآن مجید، فضائل نماز، فضائل تبلیغ، فضائل ذکر، فضائل صدقات حصہ اول و دوئم، فضائل رمضان، فضائل حج اور مولانا احتشام الحسن صاحب کی تالیف مسلمانوں کی موجودہ پستی کا واحد علاج، صرف یہی کتابیں ہیں جن کو اجتماعی تعلیم میں پڑھنا اور سننا ہے اور تنہائی میں بیٹھ کر بھی ان کو پڑھنا ہے ☆ تذکرہ حضرت جی مولانا محمد یوسف کاندھلوی از مولانا منظور نعمانی ص ۱۰۲ ﴾

یہاں حضرت جی کا یہ جملہ خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ ﴿ صرف یہی کتابیں ہیں جن کو اجتماعی تعلیم میں پڑھنا اور سننا ہے اور تنہائی میں بیٹھ کر بھی ان کو پڑھنا ہے ﴾ یہی وجہ ہے کہ ان رسائل کے مجموعہ کا نام ابتداء میں تبلیغی نصاب رکھا گیا تھا جسے بعد میں بعض اسباب کی بنا پر تبدیل کر کے فضائل عمال کیا گیا اور ان اسباب میں سے ایک سبب یقیناً یہ بھی ہے کہ تبلیغی نصاب اہل علم طبقہ میں بہت بدنام ہو چکا تھا خاص طور پر فضائل حج اور فضائل صدقات کی شرکیہ اور کفریہ روایات کے تبلیغی نصاب میں شامل ہونے کی وجہ سے علماء اس سے کافی ناراض تھے چنانچہ تبلیغی جماعت کے ارباب اختیارات نے فضائل حج اور صدقات کو علیحدہ کر کے اس کا نام فضائل اعمال حصہ دوم رکھ دیا جبکہ فضائل کے دیگر رسائل کا نام فضائل اعمال حصہ اول رکھا دیا گیا اس طرح نام تبدیل کر کے اہل علم طبقہ کو یہ تاثر دینے کی کوشش کی گئی کہ تبلیغی نصاب متروک کیا جا چکا ہے حالانکہ درحقیقت مکمل تبلیغی نصاب آج بھی فضائل اعمال حصہ اول اور دوم کی شکل میں اس جماعت کا نصاب ہے صرف نام کا فرق ہے باقی تمام شرکیہ اور خرافی باتیں اس کتاب میں آج بھی پڑھی اور پڑھائی جارہی ہیں۔

نیز یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ اس جماعت کا اصل مقصد عوام الناس کو کلمہ اور نماز کی تلقین نہیں بلکہ چلوں اور سہ روزوں کے لئے خروج کرنا اور کرانا ہے اس اعتبار سے اس جماعت کیلئے تبلیغی جماعت نہیں بلکہ خوارج نام زیادہ موزوں ہے اور اسکا ثبوت مولانا الیاس صاحب کا یہ مکتوب ہے وہ لکھتے ہیں کہ:

﴿ وہ دو امر ہیں، ایک تو وہ جو نہ ہونا چاہیے اور وہ کرتے ہیں، دوسرا وہ جو ہونا چاہیے

اورنہیں کرتے ، امر اول کلمہ اورنماز کے صحیح کرانے کو گوارا کرتے ہیں تو بمنزلہ مقصود کے کرتے ہیں کہ جیسا کہ اس تحریک کا مقصد ہو، حالانکہ یہ مقصد نہیں ،اور جونہیں کرتے وہ یہ کہ ان مخاطبین کے لئے یہ فیصلہ کرلیں کہ جب تک اپنے مشاغل کو چھوڑ کر ترکِ وطن اختیار کر کے اس تحریک کولیکر باہر نہیں نکلیں گے ، مشاغل کی ظلمت اوراس کا شدتِ تکدر توجہ کا اور قلب کے دھیان کا مشاغل کے ساتھ لزوجیت کلمہ کے صحیح کرنے اوران کے انوار وبرکات کے قبول کرنے کی اہلیت ہرگز پیدانہیں ہونے دیگی ☆ مکاتیب مولانا الیاس ص۱۲۲ ﴾

تراقیھم:

یہ لفظ ترقوۃ کی جمع ہے جس کے معنی ہوتے ہیں ''ہنسلی یا حلق''یعنی وہ لوگ قرآن پڑھیں گے لیکن قرآن انکی ہنسلیوں سے نیچے نہیں اترے گا اسکا مطلب یہ ہوا کہ وہ لوگ قرآن کے الفاظ کو صرف ثواب حاصل کرنے کی نیت سے پڑھیں گے اوراہل مشرق اور غیر عرب ہونے کی وجہ سے اکثر کا حال یہ ہوگا کہ کسی بھی لفظ کا مطلب نہیں جانتے ہوں گے اور جاننے کی کوشش کرنا بھی غیرضروری سمجھتے ہونگے اسلئے قرآن کے الفاظ اور مفاہیم کا انکے دلوں پر ہرگز اثر نہیں ہوگا علامہ وحیدالزمان اپنی تالیف لغات الحدیث میں اس لفظ کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

﴿ ہمارے زمانے میں بھی اہل بدعت نے خوارج مردود کی پیروی اختیار کی ہے کہ قرآن کے لفظ پڑھ لیتے ہیں اوراسی کو کافی سمجھتے ہیں نہ اسکے معنی میں غور کرتے ہیں اور نہ عمل کرنے کی نیت سے پڑھتے ہیں اللہ ان لوگوں سے بچائے رکھے ☆ لغات الحدیث جلد اول ﴾

اس لفظ کی یہ تشریح پڑھ لینے کے بعد اب تبلیغی جماعت کا طرز عمل ملاحظہ فرمایئے چنانچہ قرأت قرآن کے آداب وشرائط کے ضمن میں آداب کا بیان کرتے ہوئے زکریا صاحب فرماتے ہیں کہ:

﴿ صوفیہ نے لکھا ہے کہ جو شخص اپنے آپ کو قرأت کے آداب سے قاصر سمجھتا رہے گا وہ

قرب کے مراتب میں ترقی کرتا رہے گا ☆ فضائل قرآن ص ۸ ﴾

اور قرأت قرآن کی شرائط بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ:

﴿ قرآن شریف کے ظاہر اور باطن ہونے کا مطلب، ظاہر یہ ہے کہ ایک ظاہری معنی ہیں جن کو ہر شخص سمجھتا ہے اور ایک باطنی معنی ہیں جن کو ہر شخص نہیں سمجھتا ☆ فضائل قرآن ص ۱۸ ﴾

اسکے بعد اسکی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

﴿ بعض مشائخ نے ظاہر سے مراد اسکے الفاظ فرمائے ہیں جن کی تلاوت میں ہر شخص برابر ہے اور باطن سے مراد اسکے معنی و مطالب ہیں جو حسب استعداد مختلف ہوتے ہیں ☆ فضائل قرآن ص ۱۸ ﴾

قرن الشیطان:

زیر بحث مضمون کے ضمن میں قرن الشیطان کا لفظ متعدد روایت میں وارد ہوا ہے جس کا ترجمہ عام طور پر شیطان کا سینگ کیا گیا ہے جبکہ بعض نے اسکا ترجمہ شیطان کے گروہ کیا ہے درحقیقت لفظ قرن زیادہ تر سینگ ، چوٹی یا کرن کے معنی میں استعمال ہوا ہے مگر اسکے اصل معنی میں کوئی دو چیزوں کا آپس میں جوڑ نا ملتا ہے مثلاً دو انٹوں کو ایک رسی میں جوڑ نا یا حج اور عمرہ کو ایک ہی سفر میں جمع کرنا یا دو کھجوروں کے ایک ساتھ کھانے کو قران کہا جاتا ہے اسی طرح یک بعد دیگر آنے والے زمانوں کو بھی قرن کہا جاتا ہے جیسا کہ ایک حدیث میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا خیر القرون میرا زمانہ ہے پھر اسکے بعد یعنی صحابہ کا زمانہ پھر اسکے بعد یعنی تابعین کا زمانہ بھی خیر القرون ہے اور علامہ وحید الزماں نے لغات الحدیث میں قرن الشیطان کے لفظ پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

﴿ مشرق کی جانب شیطان کے سر کے دو کونے ہیں یا یہ مراد ہے کہ شیطان کے دونوں بڑے گروہ اسی جانب ہیں یعنی مدینہ کے مشرقی جانب عراق، ایران، افغانستان، ہند، چین اور جاپان کے ملک ہیں اور تاریخ شاہد ہے کہ یہاں سے ہی بڑے بڑے فتنہ

پیدا ہوئے ہیں☆لغات الحدیث جلد سوم ﴾

یعنی ان احادیث میں قرن الشیطان کا لفظ استعمال کر کے نبی کریم ﷺ نے یہ خبر دی ہے کہ مشرقی علاقوں سے کچھ جماعتیں اور گروہ نکلیں گے جو شیطان کے مددگار ہوں گے اور جس طرح سورج کی طلوع ہونے کے بعد اسکی کرنیں ساری دنیا میں پھیل جاتی ہیں اسی طرح ان جماعتوں کے افراد بھی شیطان کے مشن کو لیکر ساری دنیا میں پھیل جائیں گے.

احداث الاسنان سفھاء الاحلام :

اس سے مراد وہ افراد ہیں جو نوجوان ہوں اور کم عقل ہوں اور جو ظاہر میں اچھی باتیں کرتے ہوں لیکن انکی باتیں محض لفاظی ہوں اور انکی بنیاد کسی قرآن وحدیث کے اصول پر نہ ہو نیز قرآن کی اصطلاحات کو شریعت سے لینے کے بجائے عربی لغت سے لیتے ہوں جیسا کہ منکرین حدیث متعدد احادیث کا انکار کرنے کی خاطر متعدد دینی اصطلاحات کو عربی لغت سے حل کرتے ہیں اسی طرح تبلیغی جماعت کے لوگ بھی ہجرت اور جہاد کے معنی خروج اور کوشش کرتے ہوئے ان الفاظ کو تبلیغ دین پر فٹ کر دیتے ہیں کیونکہ تبلیغ دین میں بھی خروج اور کوشش ہوتی ہے یہ ایک انتہائی خطرناک طرز عمل ہے کیونکہ اگر یہ سلسلہ ایک بار چل پڑے تو پھر دین اسلام کا کوئی بھی رکن باقی نہیں رہ جائے گا مثلاً اسی طرز عمل پر چلتے ہوئے اگر کل کوئی یہ کہنا شروع کردے گا کہ صلاۃ کے معنی دعا ہیں اس لئے جو لوگ ایک خاص طریقہ سے نماز میں اٹھتے بیٹھتے ہیں وہ احمق ہیں پھر کوئی کہے گا کہ صوم کے معنی رک جانے کے ہیں اس لئے جو لوگ روزہ میں سارا دن بھوکے پیاسے رہتے ہیں وہ بھی احمق ہیں پس اسطرح ایک لامتناہی سلسلہ چل پڑے گا اور دین اسلام میں سے کچھ بھی باقی نہیں رہ جائے گا اور عبداللہ بن عمرؓ کے قول سے معلوم ہوتا ہے کہ اس طریقہ کی ابتداء خوارج سے ہوئی تھی یعنی خوارج مکروہ اور حرام کے ارتکاب کو شرک قرار دے کر گناہگار مسلمانوں کو مشرک اور کافر قرار دیتے تھے اور جو آیتیں اور حدیثیں بتوں کے باب میں وارد ہوئی ہیں ان کو انبیاء اور صالحین اور ملائکہ سب پر چسپاں کر دیتے تھے اور کہتے تھے کہ لفظ عربی لغت کے اعتبار سے مطلق عام ہے اور سب کو شامل ہے اب اگر اسی تناظر میں ہم تبلیغی جماعت کا جائزہ لیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ تبلیغی جماعت خوارج سے بھی دو ہاتھ آگے ہے کیونکہ خوارج

تو صرف گناہ کبیرہ کے مرتکب کو کافر انسان گردانتے تھے جبکہ تبلیغی جماعت والے تو اپنی خود ساختہ بدعت پر عمل نہ کرنیوالے شخص کو انسانیت سے بھی خارج کر دیتے ہیں ثبوت کے طور پر مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کے قلم سے نکلی ہوئی یہ تحریریں ملاحظہ فرمائیے:

﴿ ایک بزرگ کی خدمت میں ان کے ایک معتقد حاضر ہوئے بس مل کر مرجھا ہی گئے بزرگ نے پوچھا کیا بات ہے، عرض کیا یہاں آ کر ایک عجیب بات دیکھی کہ آپ کی سؤر کی سی شکل نظر آتی ہے ان بزرگ نے فرمایا تم ایک چلہ لگاؤ، پھر جب آئے تو کتے کی سی شکل نظر آئی، کہا ایک چلہ اور لگا کر آؤ، پھر جب چلہ لگا کر آئے تو اپنے پیر کی شکل بلی کی سی نظر آئی اسکے بعد جب ایک چلہ اور لگایا تو اپنے پیر کی شکل انسان کی سی نظر آئی، اس شخص نے دریافت کیا تو بزرگ نے فرمایا کہ یہ خرابی تمہارے اپنے اندر تھی میں تو آئینہ ہوں جیسی تمہاری حالت تھی ویسی ہی تمہیں میرے اندر نظر آئی ☆ مکتوبات وملفوظات اشرفیہ صفحہ ۲۹۹﴾

﴿شاہ عبدالعزیز صاحب جامع مسجد میں آتے تھے تو عمامہ آنکھوں پر جھکا لیا کرتے تھے اور ادھر ادھر نہیں دیکھا کرتے تھے ایک شخص نے اس کا سبب پوچھا شاہ صاحب نے اپنا عمامہ اس کے سر پر رکھ دیا، دیکھا کہ تمام جامع مسجد میں بجز دو چار آدمیوں کے سب گدھے، کتے، بھیڑیئے، بندر پھر رہے ہیں فرمایا اسی وجہ سے میں اس صورت میں آتا ہوں مجھ کو سب کتے بندر وغیرہ نظر آتے ہیں اور طبیعت پریشان ہوتی ہے (قصص الاکابر مؤلفہ اشرف علی تھانوی صاحب صفحہ ۱۷-۱۸)

ان حکایات سے یہ حقیقت منکشف ہوئی کہ اولاً تبلیغی جماعت کے لوگ اس لئے چلہ لگاتے پھرتے ہیں کہ ان کی شکل انسانوں والی ہو جائے ثانیاً معلوم ہوا کہ انسان کو انسان کی شکل میں آنے کے لئے کم از کم تین چلوں کی ضرورت ہوتی ہے ثالثاً جو لوگ چلہ نہیں کھینچتے تبلیغی جماعت کے لوگوں کے نزدیک وہ لوگ کتے اور خنزیر جیسے ہیں اسی لئے یہ لوگ اپنے علاوہ کسی دوسرے کی کسی بات کو درخور اعتناء نہیں سمجھتے ہیں حتیٰ کہ یہ

لوگ علماء کرام کو بھی خاطر میں نہیں لاتے اور کھلم کھلا یہ بات کہتے ہیں کہ ان علماء کو یہ علم مردہ کتابوں سے حاصل ہوا ہے جبکہ ہمیں چلے لگانے کی وجہ سے شرح صدر حاصل ہے.

فاقتلوهم:

قتال کرنے کے معنی ہوتے ہیں لڑائی میں ایک دوسرے کو مار دینا، لڑنا، لعنت کرنا یا دشمن رکھنا وغیرہ یعنی قتال کے معنی ہر جگہ قتل کرنا نہیں ہوتے جیسا کہ نمازی کے سامنے سے گزرنے والے کیلئے حکم ہے کہ [قاتله فانه شيطان] یعنی نماز میں سامنے سے گذرنے والا اگر اشارہ سے نہ مانے اور ہٹانے سے بھی نہ ہٹے تو پھر اس سے لڑو کیونکہ وہ شریر ہے یہاں لڑنے سے مراد قتل کرنا نہیں بلکہ زور سے دھکیل دینا یا دفع کر دینا مراد ہے اسی طرح قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ **قاتلهم الله انى يؤفكون☆ سورة التوبه ۳۰** ﴾

یعنی اللہ یہودیوں ونصاریٰ پر لعنت کرے، ہلاک کرے یا دشمن بنے مراد ہے اسی طرح زیر بحث احادیث میں بھی مشرق کی جانب سے آنے والے گروہ سے قتال کا جو حکم وارد ہوا ہے اس سے بھی مراد یہی ہے کہ اہل حق اور اہل علم ان گروہوں آگے ہتھیار نہ ڈالدیں بلکہ ان بدعتویوں کے خلاف ہمیشہ برسر پیکار رہیں۔

سيماهم التحليق:

تحلیق کے معنی ہیں حلقہ کرنا، مونڈھنا یا بلند ہونا ایک حدیث میں آتا ہے [نهى عن الحلق قبل الصلاة] یعنی نماز سے پہلے مسجد میں حلقہ باندھ کر بیٹھنے سے آپ نے منع فرمایا اور دوسری روایت میں [عن التحليق] کے الفاظ ہیں ایک دوسری روایت میں ہے [لاتصلوا اخلف النيام ولا المتحلقين] یعنی نبی کریم ﷺ نے فرمایا سوتے ہوئے شخصوں کے پیچھے نماز نہ پڑھو نہ ان لوگوں کے پیچھے جو حلقہ باندھے بیٹھے ہوں علامہ وحید الزمان لکھتے ہیں کہ:

﴿ طیبی نے کہا خارجیوں کی نشانی جو تحلیق بتائی گئی ہے اس سے غرض یہ ہے کہ وہ سر کے بال مونڈھنے میں مبالغہ کریں گے اور اس سے یہ نہیں نکلتا کہ سر منڈانا برا ہے کیونکہ اگر اچھی بات کو گمراہ لوگ اختیار کر لیں تو وہ بری نہیں ہو جاتی جیسے خارجیوں کا نماز اور روزہ اچھی طرح ادا کرنا بیان فرمایا اس کا مطلب یہ نہیں کہ نماز

روزہ اچھی طرح ادا کرنا برا ہے اور بعضوں نے کہا کہ تحلیق سے یہ مراد ہے کہ وہ حلقے باندھ باندھ کر لوگوں کو بٹھائیں گے☆ لغات الحدیث جلد اول ﴾

لایزالون یخرجون حتی یخرج اخرھم مع المسیح الدجال:

یعنی ''یہ گروہ ہمیشہ نکلتے رہیں گے حتیٰ کہ ان کا آخری گروہ مسیح الدجال کے ساتھ نکلے گا'' احادیث میں وارد ہونے والا یہ لفظ ''دجال'' ایک صفاتی نام ہے جو لفظ ''دجل'' سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں دھوکا دینا، جھوٹ بولنا، چھپانا اور ملمع سازی کرنا لہذا الغوی اعتبار سے ہر وہ شخص دجال ہے جس میں مندرجہ بالا صفات پائی جائیں خاص طور پر وہ شخص جو دین اور اسلام کے معاملات میں اس قسم کی روش اختیار کرے ایک حدیث میں وارد ہوا ہے کہ ''یکون فی اٰخر الزمان دجالون کذابون یاتونکم من الاحادیث مالم تسمعوا انتم ولا اٰباؤکم'' یعنی آخیر زمانے میں کچھ لوگ مکار جھوٹے پیدا ہوں گے تم کو وہ ایسی باتیں اور احادیث سنائیں گے جو تم نے سنی ہوں گی اور نہ تمہارے آباواجداد نے سنی ہوں گی یعنی وہ اس اعتماد اور ہٹ دھرمی کے ساتھ اپنی ان باتوں کی طرف تم کو بلائیں گے جیسا کہ بہت علم اور تقویٰ والے ہیں اور تم کو دین کی سچی باتوں کی طرف بلاتے ہیں حالانکہ یہ سب ان کی مکاری ہوگی درپردہ وہ دین سے جاہل اور بدعقیدہ ہوں گے اور بعض نے اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے کہا کہ وہ لوگ موضوع اور ضعیف احادیث پڑھکر اور سنا کر خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے اور بعض نے کہا علم کلام کی باتیں اور من گھڑت حکایات سنایا کریں گے حالانکہ سلف نے اس علم سے منع کیا ہے جیسا کہ امام شافعیؒ نے فرمایا کہ اگر آدمی شرک کے سوا دوسرے سب گناہوں میں مشغول رہے تو یہ علم کلام میں مصروف ہونے سے کہیں بہتر ہے

ھم شر الخلق والخلیقة:

یعنی ''وہ گروہ تمام مخلوق میں اپنی خلقت کے اعتبار سے بدترین ہوگا'' زیر بحث احادیث میں وارد یہ بات بظاہر ایک انتہائی نوعیت کا بیان معلوم ہوتا ہے اور اس دور میں بعض افراد جو خود کو روشن خیال باور کراتے ہیں غالباً انکے نزدیک مبالغہ آمیز بھی ہوگا لیکن اسلام کا دعویٰ رکھنے والوں میں سے ایک گروہ ایسا ہے جس پر یہ بیان صدفی صد صادق آتا ہے کیونکہ اس گروہ کے عقائد میں کوئی ایک باطل عقیدہ نہیں بلکہ متعدد عقائد ایسے

پائے جاتے ہیں جو اسلام کو منہدم کردینے والے ہیں اور یہ گروہ اہل تصوف کا ہے مثلاً اس گروہ کے عقائد میں وحدۃ الوجود کا عقیدہ پایا جاتا ہے اور وحدت الوجود کا فلسفہ اہل تصوف نے ہندومت سے لیا ہے اس بات کا ثبوت یہ ہے کہ جب ہم ہندومت کے اہم ترین مآخذ ''اپنشدوں'' کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں ان میں وحدت الوجود کا نظریہ پوری آب وتاب کے ساتھ جلوہ گر نظر آتا ہے یہ ''اپنشد'' ہمیں بتاتے ہیں کہ ساری فطرت کروڑہا ''جیو'' یعنی روحوں پر مشتمل ہے ایشور کی مرضی کے تحت ہے اور ایشور ہر چیز میں سرایت کئے ہوئے ہے اسی وحدۃ الوجود کی ایک شکل ''حلول'' بھی ہے جس کی بناپر مشہور صوفی منصور حلاج نے ''انا الحق'' کا نعرہ لگایا اور بہت شہرت پائی ۔حلول کا یہ عقیدہ تیسری صدی ہجری میں پیدا ہوا تھا اور تصوف کے بڑے بڑے اساطین اسکے قائل تھے جیسے کہ محی الدین ابن عربی ،ابن سبعین ،التلسمانی ،عبدالکریم الجبلی اور عبدالغنی نابلسی وغیرہ وحدۃ الوجود کی طرح حلول کا عقیدہ بھی اہل تصوف نے غیر مسلموں سے مستعار لیا اور اہل تصوف کی نظر انتخاب اس ضمن میں یہود ونصاریٰ پر پڑی لیکن یہود نصاریٰ ''حلول خاص'' کے قائل تھے ان کے نزدیک اللہ تعالیٰ اپنے مقرب بندوں جیسے حضرت عزیر علیہ السلام یا عیسیٰ علیہ السلام وغیرہ میں حلول کرجاتا ہے لیکن یہی عقیدہ جہمیہ کے توسط سے جب صوفیاء میں آیا تو ''حلول عام'' بن گیا اور ان ظالموں نے وحدۃ الوجود کے فلسفہ کا سہارا لیکر نہ صرف تمام انسانوں بلکہ کتے ،بلی ،خنزیر، چرند پرند غرض دنیا کی ہر شئے کو رب بناڈالا اور انکی دعوت یہ ٹھہری کہ '' کائنات ہی اللہ ہے'' رب ہی عبد ہے اور عبد ہی رب ہے یعنی خالق اور مخلوق کا کوئی فرق نہیں ہے.

حاصل کلام یہ کہ تبلیغی اور دیوبندی جماعت کے بہت سے عقائد باطل ہیں جن کی مکمل تفصیل آپ ہماری کتاب ''تبلیغی جماعت عقائد افکار نظریات اور مقاصد کے آئینہ'' میں دیکھ سکتے ہیں یہ کتاب ہماری ویب سائیٹ www.quransunnah.com پر مفت دستیاب ہے۔

یحقر احدکم صلاته مع صلاتهم وصیامه مع صیامهم:

یعنی ''تم اپنی نمازوں اور روزوں کو ان کی نماز اور روزے کے مقابلے میں حقیر سمجھو گے'' خوارج کے بارے میں اہل تاریخ لکھتے ہیں کہ وہ لوگ نماز اور روزے کے معاملے میں انتہائی شدت اختیار کرتے تھے

یہاں تک کہ کثرت سجود سے انکے ماتھے پر نشان پڑ جاتا تھا اور روزے رکھتے رکھتے لاغر ہو جاتے تھے اور یہ طریقہ ان صوفیا میں بدرجہ اتم پایا جاتا ہے جن کے اعمال کی پیروی کرنے کی تبلیغی جماعت تعلیم دیتی ہے اور یہی وہ محنت ہے جسکی دعوت ہر مسجد میں دی جارہی ہے اس ضمن میں مثال کے طور پر زکریا صاحب کے فضائل اعمال سے چند نمونے ملاحظہ فرمائیے:

﴿ شیخ عبدالواحدؒ مشہور صوفیا میں ہیں فرماتے ہیں کہ ایک روز نیند کا اتنا غلبہ ہوا کہ رات کو اوراد و وظائف بھی چھوٹ گئے خواب میں دیکھا کہ ایک نہایت حسین خوبصورت لڑکی سبز ریشمی لباس پہنے ہوئے ہے جس کے پاؤں کی جوتیاں تک تسبیح میں مشغول ہیں کہتی ہے کہ میری طلب میں کوشش کر میں تیری طلب میں ہوں اسکے بعد اس نے چند شوقیہ شعر پڑھے۔ یہ خواب سے اٹھے اور قسم کھالی کہ رات کو نہیں سوؤں گا کہتے ہیں کہ چالیس برس تک صبح کی نماز عشاء کے وضو سے پڑھی ☆ فضائل نماز ص ۶۵ ﴾

﴿ ایک سید صاحب کا قصہ لکھا ہے کہ بارہ دن تک ایک ہی وضو سے ساری نمازیں پڑھیں اور پندرہ برس تک مسلسل لیٹنے کی نوبت نہیں آئی کئی کئی دن ایسے گذر جاتے کہ کوئی چیز چکھنے کی نوبت نہ آتی تھی ☆ فضائل نماز ص ۶۸ ﴾

﴿ سعید بن المسیبؒ کے متعلق لکھا ہے کہ پچاس برس تک عشاء اور صبح کی نماز ایک ہی وضو سے پڑھی اور ابوالمعتمر کے متعلق لکھا ہے کہ چالیس برس تک ایسا ہی کیا امام غزالیؒ نے ابوطالبؒ مکی سے نقل کیا کہ چالیس تابعین سے تواتر کے طریق سے یہ بات ثابت ہے کہ وہ عشاء کے وضو سے صبح کی نماز پڑھتے تھے ان میں سے بعض کا چالیس برس تک یہی عمل رہا۔ حضرت امام اعظمؒ کے متعلق تو بہت کثرت سے یہ چیز نقل کی گئی کہ تیس یا چالیس یا پچاس برس عشاء اور فجر ایک ہی وضو سے پڑھی ☆ فضائل نماز ص ۷۰ ﴾

﴿ مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائپوری کے متعلق سنا کہ کئی کئی دن مسلسل ایسے گذر جاتے کہ تمام شب کی مقدار سحر و افطار بے دودھ کی چائے کے چند فنجان کے سوا کچھ

نہ ہوتی تھی ایک مرتبہ حضرت کے ایک مخلص خادم حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب نوراللہ مرقدہ نے لجاجت سے عرض کیا کہ ضعف بہت ہوجائے گا حضرت کچھ تناول نہیں فرماتے تو حضرت نے فرمایا کہ الحمدللہ جنت کا لطف حاصل ہورہا ہے ☆ فضائل رمضان ص ۳۳ ﴾

ان صوفیا کے محیر العقل کارنامے اور غیر معقول وغیر شرعی معمولات کی پیروی کی تاکید فرماتے ہوئے زکریا صاحب لکھتے ہیں کہ:

﴿ بزرگوں کے یہ معمولات اس وجہ سے نہیں لکھے جاتے کہ سرسری نگاہ سے ان کو پڑھ لیا جائے یا کوئی تفریحی فقرہ ان پر کہہ دیا جائے بلکہ اس وجہ سے لکھے جاتے ہیں کہ اپنی ہمت کے موافق ان کا اتباع کیا جائے اور حتی الوسع پورا کرنے کا اہتمام کیا جاوے ☆ فضائل رمضان ﴾

یقرؤن القرآن لایجاوز تراقیهم:

یعنی ''وہ لوگ قرآن پڑھیں گے مگر قرآن انکے حلق سے نیچے نہیں اترے گا'' اور اسی مضمون کے بعض دیگر احادیث میں ''لایجاوز حناجرهم'' کے الفاظ بھی ہیں ان الفاظ کی شرح کرتے ہوئے حافظ ابن حجر عسقلانیؒ صحیح بخاری کی شرح فتح الباری میں لکھتے ہیں کہ:

﴿ ان كان مراده بتعلق الحفظ فقط دون العلم بمدوله ﴾

یعنی ''مراد یہ ہے کہ وہ لوگ قرآن کا علم حاصل کرنے کے بجائے صرف حفظ سے تعلق رکھیں گے'' کیونکہ تجوید قرآن کا تعلق ہونٹوں سے، زبان سے اور زیادہ سے زیادہ حلق سے ہوتا ہے پس مطلب یہ ہوا کہ یہ جماعت صرف قرآن کی قرأت اور تجوید ہی کو دین سمجھے گی اور مولانا الیاس صاحب کی قائم کی ہوئی تبلیغی جماعت پر یہ بات صدفی صد صادق آتی ہے جس کے نزدیک قرآن کو سمجھنے کیلئے پندرہ (۱۵) علوم پر دسترس ہونا شرط ہے حتیٰ کہ اپنے اس غلط نظریہ کو ثابت کرنے کیلئے مولانا زکریا صاحب نے قرآن کی ایک آیت میں تحریف تک کرڈالی چناچہ وہ لکھتے ہیں کہ:

﴾ حق تعالیٰ شانہ نے اسکے یاد ہوجانے کو سورہ القمر میں بطوراحسان کے ذکر فرمایااور بار باراس پرتنبیہ فرمائی ''**ولقد یسرنا القرآن للذکر فھل من مدکر**'' کہ ہم نے کلام پاک کوحفظ کرنے کیلئے سہل کرر کھا ہے کوئی ہے حفظ کرنے والا ☆ فضائل قرآن ص ٦٢ ﴿

حالانکہ مفسرین میں سے کسی نے بھی کبھی اس آیت کا یہ ترجمہ نہیں کیا ہے البتہ اکثر مفسرین نے اس مقام پرقرآن کے حفظ ہوجانے کوبطورقرآن کی ایک اضافی خصوصیت کے ذکر کیا ہے کیونکہ یہ خصوصیت کسی بھی دوسری کتاب میں نہیں پائی جاتی جبکہ زکریا صاحب نے مفسرین کے اس اضافی نوٹ کوقرآن کی اس آیت کا ترجمہ قرار دینے کی مذموم کوشش فرمائی ہے جوتحریف قرآن ہونے کے ساتھ ساتھ ایک علمی خیانت بھی ہے،قرأت قرآن کے آداب وشرائط کے ضمن میں آداب کا بیان کرتے ہوئے زکریا صاحب فرماتے ہیں کہ:

﴾ صوفیہ نے لکھا ہے کہ جوشخص اپنے آپ کوقرأت کے آداب سے قاصر سمجھتا رہے گا وہ قرب کے مراتب میں ترقی کرتا رہے گا ☆ فضائل قرآن ص ٨ ﴿

اورقرأت قرآن کی شرائط بیان کرتے ہوئے زکریا صاحب رقمطراز ہیں کہ:

﴾ قرآن شریف کے ظاہراور باطن ہونے کا مطلب،ظاہر یہ ہے کہ ایک ظاہری معنی ہیں جن کو ہرشخص سمجھتا ہے اورایک باطنی معنی ہیں جن کو ہرشخص نہیں سمجھتا ☆ فضائل قرآن ص ١٨ ﴿

اسکے بعد اسکی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

﴾ بعض مشائخ نے ظاہر سے مراد اسکے الفاظ فرمائے ہیں جن کی تلاوت میں ہرشخص برابر ہے اور باطن سے مراد اسکے معنی ومطالب ہیں جوحسب استعداد مختلف ہوتے ہیں ☆ فضائل قرآن ص ١٨ ﴿

قوم یحسنون القیل ویسیئون الفعل:

یعنی ''یہ ایک ایسا گروہ ہوگا جو باتیں بہت اچھی کرے گا مگران کا عمل انتہائی برا ہوگا''،تبلیغی جماعت

کے اراکین ہر مسجد میں فرض نماز کے بعد یہ دعوت دیتے نظر آتے ہیں کہ:

''اللہ تبارک وتعالیٰ نے میری آپ کی اور ہم سب کی کامیابی اپنے مکمل دین میں رکھی ہے یہ دین ہماری زندگی میں کیسے آجائے اس کے لئے محنت کی ضرورت ہے بقیہ نماز کے بعد اسی محنت کے بارے میں بات ہوگی، آپ تمام حضرات سے شرکت کی درخواست ہے''

یہ دعوت اور یہ بات بظاہر کسقدر اچھی معلوم ہوتی ہے مگر اس کے پیچھے عمل یہ کیا جاتا ہے کہ لوگوں کو جمع کر کے قرآن حدیث کی تعلیم دینے کے بجائے بزرگوں کے جھوٹے سچے قصے سنائے جاتے ہیں اور ان کے ذریعہ لوگوں کو قرآن حدیث سے روکا جاتا ہے اور غلط عقائد کو پھیلایا جاتا ہے اور لوگ انکی داڑھیوں، نمازوں اور چرب زبانی سے متاثر ہو کر انکی جماعت میں شامل ہو جاتے ہیں اسکی مزید تفصیل ایک مستقل عنوان ''تبلیغی جماعت کے دلفریب نعرے'' کے تحت آئیندہ صفحات میں آرہی ہے۔

رہبانیت، خارجیت اور صوفیت کے مشترکہ اصول

قرآن کریم میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ:

﴿ ثم قفینا علی أثرھم برسلنا وقفینا بعیسی ابن مریم وأتینه الانجیل و جعلنا فی قلوب الذین اتبعوه رافة و رحمة و رھبانیة ابتدعوھا ما کتبنھا علیھم الا ابتغاء رضوان اللہ فمارعوھا حق رعایتھا فاتینا الذین أمنو منھم اجرھم وکثیر منھم فاسقون ☆ سورہ الحدید ۲۷ ﴾

یعنی'' ہم نے ان کے پیچھے رسولوں کو بھیجا اور انکے پیچھے عیسیٰ ابن مریم کو بھیجا اور عطاء کی ہم نے انھیں انجیل اور جنہوں نے اسکی اتباع کی ڈالا ہم نے انکے دلوں میں رافت کو ، رحمت کو اور رہبانیت کو، نکالا جس کو انھوں نے ہم نے اسے ان پر فرض نہیں کیا تھا اس کا مقصد اللہ کی رضا حاصل کرنا تھا پھر وہ اسکا حق ادا نہیں کر سکے جیسا کہ حق ہے پس ان میں سے جو لوگ ایمان لائے ان کے لئے اجر ہے مگر ان کی اکثریت فاسق ہے''

عیسیٰ علیہ السلام کے لائے ہوئے دین میں رہبانیت کی باقاعدہ ابتدا ۳۴۰ء میں ہوئی جس کا سبب وہ مصائب والآم تھے جو دین پر چلنے والوں کیلئے دنیا پرستوں نے اختیار کئے نتیجہ کے طور پر دین داروں نے آبادیوں کو ترک کر کے جنگلوں اور صحراؤں کا رخ کیا اوراس کا مقصد صرف یہ تھا کہ اپنے دین کو بچایا جائے اور سخت کوشی کی زندگی اختیار کر کے اپنے آپ کو ان مظالم کا مقابلہ کرنے کیلئے تیار کیا جائے جو یہودی انتہاء پسندوں کی جانب سے نصاریٰ پر روا رکھے جا رہے تھے نیز عیسائیوں کے مقابلے میں یہودی علمی میدان میں بھی بہت آگے تھے لہذا مناظروں کے ذریعہ بھی یہودیوں پر برتری حاصل کرنا عیسائیوں کیلئے بہت مشکل تھا چنانچہ رہبانیت کی بنیاد تین اصولوں پر رکھی گئی:

پہلا اصول: اللہ کے ساتھ شدید محبت رسول کی اطاعت کے التزام کے بغیر:

دوسرا اصول: علم وحی کے مقابلے میں علم لدنی، علم باطنی یا شرح صدر کا باطل عقیدہ:

تیسرا اصول: دلائل وبراہین کے مقابلے میں اپنے بزرگوں کے ساتھ اندھی عقیدت:

پہلا مشترکہ اصول: ''عشق الٰہی'':

رہبانیت، تصوف اور خارجیت کی یہ بنیاد بظاہر بہت بے ضرر اور معقول نظر آتی ہے مگر اس اصول کے نتیجہ میں جو اثرات رہبانیت اختیار کرنے والوں پر مرتب ہوئے وہ یہ تھے کہ عبادات میں غلو سے کام لیا گیا اور نفس کشی کی ایسی مشقیں ایجاد کی گئیں جن کی تفصیل پڑھکر ہی طبیعت مکدر ہو جاتی ہے، اسکی کچھ تفصیل ہم مولانا مودودی کے تفہیم القرآن سے اختصار کے ساتھ نقل کر رہے ہیں تا کہ جب ہم تصوف کے حاملین کی خصوصیات کو بیان کریں تو قارئین کرام آسانی کے ساتھ دونوں کا تقابل کر سکیں مودودی صاحب لکھتے ہیں کہ:

عیسائی اولیاء کے تذکروں میں ان لوگوں کے جو کمالات بیان کئے گئے ہیں وہ کچھ اس قسم کے ہیں کہ اسکندریہ کا سینٹ مکاریوس ہر وقت اپنے جسم پر ۸۰ پونڈ کا بوجھ اٹھائے رکھتا تھا، چھ ماہ تک وہ ایک دلدل میں سوتا رہا اور زہریلی مکھیاں اسکے برہنہ جسم کو کاٹتی رہیں، اسکے مرید سینٹ یوسیبیوس نے پیر سے بھی بڑھکر ریاضیت کی وہ ۱۵۰ پونڈ کا وزن اٹھائے پھرتا رہا اور تین سال تک ایک خشک کنویں میں پڑا رہا، سینٹ سابیوس

صرف وہ مکئی کھاتا تھا جو مہینہ بھر پانی میں بھیگ کر بدبودار ہوجاتی تھی، سینٹ ہیساریون چالیس دن تک جھاڑیوں میں پڑا رہا اور چالیس سال تک اس نے زمین کو پیٹھ نہیں لگائی ایک ولی سینٹ جان تین سال تک عبادت میں کھڑا رہا اس پوری مدت کے دوران نہ وہ کبھی بیٹھا اور نہ لیٹا آرام کے لئے بس ایک چٹان کا سہارا لے لیتا تھا اور اسکی غذا صرف وہ تبرک تھا جو ہر اتوار کو اسکے لئے لایا جاتا تھا، سینٹ سمیون اسٹائلائٹ جو عیسائیوں کے کبار اولیاء میں شمار ہوتا ہے ہر ایسٹر سے پہلے پورے چالیس دن فاقہ کرتا تھا، ایک دفعہ وہ پورے ایک سال تک ایک ٹانگ پر کھڑا رہا، اس دور کے عیسائی اولیاء کی جو خوبیاں بیان کی گئی ہیں وہ ایسی ہی مثالوں سے بھری پڑی ہیں، کسی ولی کی تعریف یہ تھی کے ۳۰ سال تک وہ بالکل خاموش رہا اور کبھی اسے بولتے نہ دیکھا گیا، ایسے ہی ولیوں کی کرامات کے چرچے ہر طرف پھیلے ہوئے تھے۔

مسیحی رہبانیت کی بنیاد چونکہ اللہ کی محبت پر تھی چناچہ انسانی معاملات میں ان کا نقطہ نظر یہ تھا کہ جو شخص اللہ کی محبت چاہتا ہو اسے انسانی محبت کی وہ ساری زنجیریں کاٹ دینی چاہییں جو دنیا میں اسکو اپنے والدین بھائی بہنوں اور بال بچوں کے ساتھ باندھتی ہیں، سینٹ جیروم کہتا ہے کہ ”اگر چہ تیرا بیٹا تیرے گلے میں باہیں ڈال کر تجھ سے لپٹے، اگر چہ تیری ماں تجھے دودھ کا واسطہ دیکر تجھے روکے، اگر چہ تیرا باپ تجھے روکنے کیلئے تیرے آگے لیٹ جائے، تو پھر بھی سب کو چھوڑ کر اور باپ کے جسم کو روند کر ایک آنسو بہائے بغیر صلیب کے جھنڈے کی طرف دوڑ جا کیونکہ اس معاملے میں بے رحمی ہی تقویٰ ہے“

اس رہبانیت نے ازدواجی زندگی کو عملاً بالکل حرام کردیا تھا اور نکاح کے رشتے کو کاٹ پھینکنے میں سختی سے کام لیا تھا، پاکیزہ اور روحانی زندگی کا کمال یہ سمجھا جاتا تھا کہ آدمی اپنے نفس کو بالکل مار دے اور اسمیں جسمانی لذت کی کوئی خواہش تک باقی نہ چھوڑے ان لوگوں کے نزدیک خواہش کو ماردینا اسلئے ضروری تھا کہ اس سے حیوانیت کو تقویت پہنچتی ہے، سینٹ نائلس دو بچوں کا باپ تھا جب اس پر رہبانیت کا دورہ پڑا تو اسکی بیوی روتی رہ گئی اور وہ اس سے الگ ہوگیا، سینٹ امون نے شادی کی پہلی رات ہی اپنی بیوی کو ازدواجی تعلق کی نجاست پر وعظ سنایا اور دونوں نے بالاتفاق طے کرلیا کہ جیتے جی ایک دوسرے سے الگ رہیں گے اسی طرح سینٹ ابراہم شادی کی پہلی رات ہی اپنی بیوی کو چھوڑ کر فرار ہوگیا، اس طرح کے واقعات سے عیسائی

اولیاء کے تذکرے بھرے پڑے ہیں۔

رہبانیت کے دین کا سب سے دردناک باب اس وقت شروع ہوتا ہے جب اس رہبانیت کی وجہ سے ماں، باپ، بھائی، بہن اور اولاد تک سے انسان کا رشتہ کاٹ دیا گیا اور یہ تصور پیدا کیا گیا کہ روحانی ترقی کیلئے یہ ناگزیر ہے کہ آدمی ان تمام رشتوں کو کاٹ دے جو انسان کو اللہ کی یاد سے غافل کرنے کا سبب بن سکتے ہیں چنانچہ مسیحی اولیاء کے تذکروں میں ایسے ایسے دلدوز واقعات ملتے ہیں کہ جنہیں پڑھکر ضبط کرنا مشکل ہوجاتا ہے ایک ولی سینٹ پوئمن اور اسکے چھ بھائی مصر کی ایک صحرائی خانقاہ میں رہتے تھے برسوں بعد انکی بوڑھی ماں کو ان کا پتہ معلوم ہوا اور وہ اپنے بیٹوں سے ملنے وہاں پہنچی، بیٹے ماں کو دور سے دیکھ کر ہی بھاگ کر اپنے حجرے میں چلے گئے اور دروازہ بند کرلیا، ماں باہر بیٹھکر رونے لگی اور چیخ چیخ کر کہا کہ میں اس بڑھاپے میں اتنی دور سے چل کر تمہیں دیکھنے آئی ہوں تمہارا کیا نقصان ہوگا اگر میں تمہاری شکلیں دیکھ لوں کیا میں تمہاری ماں نہیں ہوں مگر ان ولیوں نے دروازہ نہ کھولا اور ماں سے کہہ دیا کہ ہم خدا کے ہاں تجھ سے ملیں گے، اس سے بھی زیادہ دردناک قصہ سینٹ سیمیون کا ہے جو ماں باپ کو چھوڑ کر ۲۷ سال غائب رہا، باپ اسکے غم میں مرگیا ماں زندہ تھی، بیٹے کی ولایت کے چرچے جب دور ونزدیک پھیل گئے تو اسکو پتہ چلا کہ وہ کہاں ہے بے چاری اس سے ملنے کیلئے اسکی خانقاہ پر پہنچی مگر وہاں کسی عورت کو داخلے کی اجازت نہ تھی، اس نے لاکھ منت سماجت کی کہ بیٹا یا تو اسے اندر بلالے یا باہر نکل کر اپنی صورت دکھا دے مگر اس ولی اللہ نے صاف انکار کردیا، تین رات اور تین دن وہ خانقاہ کے دروازے پر پڑی رہی اور آخر کار وہیں لیٹ کر جان دیدی تب ولی اللہ صاحب نکل کر آئے ماں کی لاش پر آنسو بہائے اور مغفرت کی دعا کی۔

ایسی ہی بے دردی ان ولیوں نے بھائی بہن اور اولاد کے ساتھ بھی برتی جیسا کہ ایک شخص ہوٹیس کا قصہ ہے کہ وہ اچھا بھلا خوشحال آدمی تھا کہ یکایک اس پر رہبانیت کا دورہ پڑا اور وہ اپنے آٹھ سالہ اکلوتے بیٹے کو لیکر ایک خانقاہ میں جا پہنچا، وہاں اسکی روحانی ترقی کیلئے ضروری تھا کہ بیٹے کی محبت کو دل سے نکال دے چنانچہ پہلے تو ایک مدت تک اسکے معصوم بیٹے پر اسکی آنکھوں کے سامنے سختیاں کی جاتی رہیں پھر خانقاہ کے شیخ نے اسکے حکم دیا کہ جا کر اپنے ہاتھ سے اسے دریا میں پھینک دے۔

رہبانیت سے متعلق ان قصص کو پڑھکر کسی کو یہ غلط فہمی نہیں ہونی چاہیے کہ اس قسم کی پابندیوں کا مطالبہ اہل مذہب سے رہبانیت کے کسی اصول کے تحت کیا گیا تھا یا اس قسم کی انتہاء پسندی رہبانیت میں شروع ہی سے داخل تھی بلکہ کلیسا کا نظام تین صدیوں تک اپنی حدود میں ان انتہاء پسندانہ تصورات کے خلاف سخت مزاحمت کرتا رہا ہے حتیٰ کہ ابتدائی دور میں ایک پادری کیلئے غیر شادی شدہ ہونا بھی کوئی ضروری نہیں تھا البتہ ازداجی تعلقات سے پرہیز کرنے والے کو متقی سمجھا جاتا تھا پھر رفتہ رفتہ تقویٰ کا یہی تصور زور پکڑتا گیا جسکے نتیجہ میں وہ حالات واقع ہوئے جن کی کچھ تصویر قارئین نے مندرجہ بالا واقعات میں ملاحظہ فرمائی لیکن یہ بات یہاں ختم نہیں ہوجاتی بلکہ بے علمی کی کوکھ سے پیدا ہونے والے اس تقویٰ کے حاملین نے جہان ایک طرف یہود کے ہر قسم کے ظلم وستم کو خندہ پیشانی سے برداشت کر کے ایک مثال قائم کی وہیں ایک متضاد منظر بھی چشم فلک نے دیکھا کہ اپنے ہی عیسائیوں کے خلاف نفرت کی آگ بھڑکانے والے اور اس آگ میں مخالف گرہوں کو جلا کر خاک کر دینے کی کوشش کرنے والوں میں عیسائی راہب ہی پیش پیش تھے دراصل اپنے قریبی رشتہ داروں بے رحمی، سنگدلی اور قساوت برتنے کی جو مشق یہ لوگ کیا کرتے تھے اسکی وجہ سے ان کے انسانی جذبات مرجاتے تھے اور یہ نفسیاتی مریض بن جاتے تھے چنانچہ جن لوگوں سے انہیں مذہبی اختلاف ہوتا تھا ان کے مقابلے میں یہ ظلم وستم کی انتہا کر دیتے تھے چوتھی صدی تک پہنچتے مسیحیت میں تقریباً ۸۰ فرقے پیدا ہو چکے تھے یہ فرقے ایک دوسرے کے خلاف سخت نفرت رکھتے تھے، اسکندریہ اس فرقہ وارانہ کشمکش کا ایک بڑا اکھاڑا تھا، وہاں پہلے اریئن فرقے کے بشپ نے اتھاناسیوس کی پارٹی پر حملہ کیا، اسکی خانقاہوں سے کنواری راہبات پکڑ پکڑ کر نکالی گئیں اور انکو ننگا کر کے خاردار شاخوں سے پیٹا گیا اور انکے جسموں کو داغا گیا تاکہ وہ اپنے عقیدہ سے توبہ کرلیں پھر جب مصر میں کیتھولک گروہ کو غلبہ حاصل ہوا تو اریئن فرقہ کے خلاف یہی سب کچھ کیا گیا، اللہ تبارک تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا:

﴿ قل ان كنتم تحبون الله فاتبعوني يحببكم ويغفر لكم ذنوبكم والله غفور الرحيم ☆ سورة آل عمرآن ۳۱ ﴾

یعنی ''کہہ دیجئے اے نبی! اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو، اللہ خود تم سے محبت کرے گا

اور تمہاری خطاؤں سے درگزر کرے گا اور اللہ معاف کرنے، رحم کرنے والا ہے'' اس آیت مبارکہ کا مضمون ایک حدیث مبارکہ کے ذریعہ مزید واضح ہو کر سامنے آجاتا ہے حدیث میں وارد ہوا ہے کہ:

﴿عن انس بن مالکؓ یقول جاء ثلاثة رهط الی بیوت ازواج النبی ﷺ یسألون عن عبادة النبی ﷺ فلما اخبروا كانهم تقالوها فقالوا این نحن من النبی ﷺ قد غفرله ماتقدم من ذنبه وماتأخر۔ قال احدهم أما انا فانی اصلی اللیل أبدا۔ وقال آخر انا أصوم الدهر ولاأفطر۔ وقال آخر أنا أعتزل النساء فلا أتزوج أبدا۔ فجاء رسول الله ﷺ فقال انتم الذین قلتم كذا وكذا أما والله انی لاخشاكم لله وأتقاكم له لكنی أصوم وأفطر، واصلی وأرقد وأتزوج النساء فمن رغب عن سنتی فلیس منی☆ رواه البخاری كتاب النكاح﴾

یعنی ''انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ تین اشخاص نبی کریم ﷺ کے گھر پر آئے اور آپ ﷺ کی عبادت کے متعلق ازواج مطہرات سے سوال کیا جس کا انہیں جواب دے دیا گیا تو انھوں نے کہا کہاں ہم اور کہاں نبی کریم ﷺ آپ ﷺ کے تو تمام اگلے پچھلے گناہ معاف کر دیئے گئے ہیں پس ان میں سے ایک نے کہا میں ہمیشہ رات کو نماز میں مشغول رہوں گا، دوسرے نے کہا میں ہمیشہ روزہ سے رہوں گا کبھی روزہ نہیں چھوڑوں گا اور تیسرے نے کہا میں ہمیشہ عورتوں سے دور رہوں گا اور کبھی شادی نہیں کروں گا، پھر جب نبی کریم ﷺ کے علم میں انکی یہ باتیں آئیں تو آپ ﷺ نے فرمایا اللہ کی قسم میں تم میں سب سے زیادہ اللہ سے ڈرتا ہوں اور تقویٰ رکھتا ہوں مگر میں نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں، روزہ بھی رکھتا ہوں اور روزہ چھوڑتا بھی ہوں اور میں نے شادیاں بھی کی ہیں، یاد رکھو جو میری سنت سے منہ موڑتا ہے وہ ہم میں سے نہیں ہے'' لیکن نہایت افسوس کا مقام ہے کہ اسکے باوجود بھی نبی کریم ﷺ کی امت میں بھی ایسے گروہ پیدا ہوئے جنہوں نے نبی کریم ﷺ کی اتباع اور سنت کو اللہ کی محبت کے اظہار کیلئے کافی نہیں سمجھا بلکہ اللہ کے ساتھ محبت کے اظہار کی خاطر غلو کا راستہ اختیار کیا اور اسکے لئے عشق الٰہی کی اصطلاح استعمال کی گئی اور اس عشق الٰہی کے

سبب رہبانیت کا جونقشہ ہوااسکی ایک جھلک قارئین کوگذشتہ صفحات میں دکھائی جا چکی ہےاب اس منظرکوذہن میں رکھتے ہوئےتبلیغی جماعت کےمولانازکریاصاحب کا یہ بیان ملاحظہ فرمائیےوہ لکھتے ہیں کہ:

﴿ بڑا قابل رشک ہے وہ مسلمان جو ہلکا پھلکا ہویعنی اہل وعیال کا بوجھ زیادہ نہ ہونماز سے وافر حصہ اسکوملا ہوروزی صرف گذارے کے قابل ہوجس پر صبر کر کےعمر گذار دے، اللہ کی عبادت اچھی طرح کرتا ہوگمنامی میں پڑا ہو، جلدی سے مرجاوے، نہ میراث زیادہ ہو، نہ رونے والے زیادہ ہوں ☆ فضائل نمازص۱۳،۱۴ ﴾

زکریاصاحب متعدد مقامات پر رہبانیت کی تعریف میں رطب اللسان ہیں ایک جگہ تحریرفرماتے ہیں کہ:

﴿ عبدالواحدبن زید کہتے ہیں کہ میرا گذرایک گرجا پر ہواوہاں ایک راہب دنیا سے منقطع رہتا تھا میں نے اس کوراہب کہہ کرآواز دی وہ نہ بولا پھر دوسری دفعہ پکارا پھر بھی نہ بولا، پھر تیسری دفعہ جب میں نے پکارا تو وہ میری طرف متوجہ ہوااور کہنے لگا کہ میں راہب نہیں ہوں، راہب وہ شخص ہوتا ہے جواللہ سے ڈرتا ہو، اسکی کبریائی میں اسکی تعظیم کرتا ہو،اسکی بلاؤں پرصبر کرتا ہو،اسکے تقدیری فیصلوں پرراضی ہو،اسکی نعمتوں پرشکر کرتا ہو،اسکی عظمت کے سامنے تواضع سے رہتا ہو،اسکی عظمت کے مقابلے میں اپنے کو ذلیل رکھتا ہو،اسکی قدرت کاملہ کی اطاعت کرنے والا ہو،اسکی ہیبت سے عاجزی کرتا ہو،اسکے حساب اوراسکے عذاب کی ہر وقت فکرمیں رہتا ہو،دن میں روزہ رکھتا ہورات کو بیدار رہتا ہو،جہنم کےخوف اورمیدان حشر کےسوال نے اسکی نینداڑادی ہو،جس میں یہ باتیں ہوں وہ راہب ہے، میں توایک ہڑکایا کتا ہوں اس وجہ سے یہاں بیٹھ گیا ہوں کہ کہیں کسی کوکاٹ نہ کھاؤں، میں نے اس سے پوچھا کیا بات ہے لوگ حق تعالیٰ شانہ کی بڑائی کوجانتے ہیں پھر بھی انکارشتہ ٹوٹا ہوا ہے،اس نے کہا صرف دنیا کی محبت اوراسکی زیب و زینت نے ان کارشتہ توڑ رکھا ہے، دنیا گناہوں کا گھر ہے سمجھداراورعاقل شخص وہ ہے جو

اسکو اپنے دل سے پھینک دے اور اللہ جل شانہ کی جانب متوجہ ہوجائے اور ایسے کام اختیار کرے جو اللہ جل شانہ کے قریب کردیں ☆ فضائل صدقات ص ۴۲۸، ۴۲۹ ﴾

ایک دوسرے مقام پر عاشق کی تعریف کرتے ہوئے زکریا صاحب لکھتے ہیں کہ:

﴿ عاشق وہ ہے جو اپنی خودی سے جاتا رہے، خدا کے ذکر کے ساتھ وابستہ ہوگیا ہو اور اس کا حق ادا کرتا ہو، دل سے اللہ کی طرف دیکھتا ہو، اسکے دل کو انوار ہیبت نے جلا دیا ہو اسکے لئے خدا کا ذکر شراب کا پیالہ ہو، اگر کلام کرتا ہو تو اللہ ہی کا کلام ہو، گویا حق تعالیٰ شانہ ہی اسکی زبان سے کلام فرماتا ہے ☆ فضائل ذکر ص ۱۷۵ ﴾

معلوم ہونا چاہیے کہ عشق عربی زبان کا لفظ ہے اور اسکا استعمال جنسی شہوت کیلئے خاص ہے یہی سبب ہے کہ لفظ ''عشق'' کوئی بھی شخص اپنی ماں، بہن یا بیٹی کیلئے استعمال نہیں کرتا اور شعراء حضرات بھی اس لفظ کو ناجائز تعلقات کی ضمن میں استعمال کرتے ہیں مزید برآں علم طب کی اصطلاح میں ''عشق'' ایک بیماری شمار ہوتا ہے جسمیں انسان کی نفساتی کیفیت جنونی اور شہوانی ہوجاتی ہے، درحقیقت زمانہ جاہلیت میں مشرکین اپنے معبودوں کو مؤنث کہہ کر ان کی عبادت کرتے تھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

﴿ **ان يدعون من دون الله اناثا** ☆ **سورة النساء ۱۱۷** ﴾

یعنی ''نہیں پکارتے یہ اللہ کے سوا مگر مادہ کو'' یعنی مشرکین چونکہ اپنے رب کو مؤنث مانتے تھے چنانچہ اپنے رب کی جانب اپنی رغبت کا اظہار عشق کی صورت میں کرتے تھے امت مسلمہ میں اسی فلسفہ کو صوفیاء نے بھی اختیار کیا اور اللہ کی طرف عشق کی نسبت کا برملا اظہار کیا ثبوت کے طور پر صوفیاء کے شیخ اکبر محی الدین ابن عربی الصوفی کا یہ اقتباس ملاحظہ ہو لکھا ہے کہ:

﴿ اللہ تعالیٰ مکمل عورت کی صورت ہوتا ہے جب مرد اس سے صحبت کرتا ہے ☆ فصوص الحکم صفحہ ۲۳۰ ﴾

اور یہی بات ہندوستان کی مشہور صوفی مجدد الف ثانی نے بھی لکھی ہے کہ:

﴿ اللہ تعالیٰ خاص عورتوں کے لباس میں بلکہ ان کے اجزاء و اعضاء میں جدا جدا ظاہر ہوا

☆مکتوبات امام ربانی صفحہ۲ ﴾

رہبانیت میں جو معاملہ عزیز واقارب کے ساتھ کیا گیا اسکی تفصیل بھی بیان کی جاچکی ہے لیکن آج صوفیت میں غرق تبلیغی جماعت کے اکابرین بھی ہمیں اسی صف میں کھڑے نظر آرہے ہیں ثبوت کے طور پر یہ مکتوب ملاحظہ فرمائیے:

﴿ مولانا عبدالسلام صاحب نوشہرہ کے ایک بزرگ ہیں، مدرسہ حسین بخش دہلی کے فارغ ہیں حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ دستار بندی کے جلسہ میں تشریف لے گئے جب ان کی دستار بندی فرمارہے تھے مصافحہ کیا تو فرمایا دوتین ماہ کے بعد ہمارے پاس تھانہ بھون آجانا چناچہ یہ اپنے گاؤں زیارت کاکا سے تھانہ بھون تشریف لے گئے اور وہاں قیام کیا لیکن ایک ماہ کے بعد انکے والد صاحب کا خط آیا کہ میں ناراض ہوں واپس آجاؤ تمہارے لئے والد کی خدمت ضروری ہے، حضرت تھانوی نے خود ہی جواب لکھوایا کہ جس چیز میں میں لگا ہوا ہوں اسکے بغیر میرا والد کی خدمت میں جانا جائز نہیں اوران کو روک لیا اور تین ماہ کے بعد خلافت دے کر رخصت فرمایا ☆تبلیغی جماعت پر اعتراضات اور انکے جوابات از مولانا زکریا صاحب ص۲۱۰ ﴾

نفس کشی کی مشقیں کرنا رہبانیت کا خاصہ تھا لیکن صوفیت اس معاملہ میں بھی رہبانیت سے کچھ کم نہیں مثلاً مولانا الیاس صاحب کی سوانح حیات رقم فرماتے ہوئے مولانا سید ابوالحسن علی ندوی تحریر فرماتے ہیں کہ:

﴿ آپ (مولانا الیاس صاحب) ابتدا سے نحیف ولاغر تھے اسی گنگوہ کے قیام میں آپ کی صحت خراب ہوگئی، دردسر کا ایک خاص قسم کا دورہ پڑا جسکی وجہ سے سر کا بھی جھکانا حتیٰ کہ تکیہ پر سجدہ کرنا بھی ناممکن تھا، مولانا گنگوہی کے صاحبزادے حکیم مسعود احمد صاحب معالج تھے، اور انکا خصوصی طرز یہ تھا کہ بعض امراض میں بہت دنوں تک پانی چھڑادیتے ، بہت کم لوگ اس پرہیز کو برداشت کرسکتے اور زیادہ مدت کیلئے پانی چھوڑ سکتے تھے مگر مولانا

نے اپنے مخصوص مزاج یعنی اصول کی پابندی اوراطاعت کے مطابق معالج کی پوری اطاعت کی اوراپنی خداداد قوت ارادی اور عزیمت سے جوان کی پوری زندگی میں جلوہ گر رہی ہے پانی سے پورا پرہیز کیا اور سات برس کامل پانی نہیں پیا، اسکے بعد بھی پانچ برس تک برائے نام پانی پیا ☆ مولانا الیاس اور انکی دینی دعوت ص ۵۵ ﴿

اسی نفس کشی کے ضمن میں زکریا صاحب کسی بزرگ مسلم خولانی کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

﴾ جب ان پر کچھ سستی ہوتی تو وہ کوڑے کو اپنی پنڈلیوں پر مارتے اور فرماتے تھے کہ یہ پنڈلیاں پٹنے کے لئے میرے گھوڑے کی نسبت زیادہ مستحق ہیں اور یہ بھی کہا کرتے تھے کہ صحابہ کرام یوں سمجھتے ہیں کہ جنت کے سارے درجے وہی اڑا کر لے جائیں گے، نہیں ہم ان سے ان درجوں میں اچھی طرح مزاحمت کریں گے تاکہ ان کی بھی معلوم ہو جائے کہ وہ بھی اپنے پیچھے مَردوں کو چھوڑ آئے ہیں ☆ فضائل صدقات ص ۴۳۱ ﴿

دوسرا مشترکہ اصول: "علم باطنی یا شرح صدر":

علم باطنی کا تصور سب سے پہلے عیسائیت میں پیدا ہوا کیونکہ نصاریٰ کے پاس دین کی سرحدیں متعین کرنے کیلئے کوئی مفصل شریعت اور واضح سنت موجود نہ تھی نیز یہودیوں کے ساتھ شدید چپقلش کے باعث وہ تورات کو چھوڑ بیٹھے تھے اور تنہا انجیل میں کوئی جامع ہدایت نامہ موجود نہیں تھا، نتیجہ یہ ہوا کہ مسیحی علماء نے باہر کے فلسفے اور مشرکین کے طور طریقوں سے متاثر ہو کر نئی نئی بدعتیں دین میں داخل کرنی شروع کر دیں اور جب ان بدعتوں کے خلاف بعض صحیح العقیدہ لوگوں نے آواز اٹھائی تو اس فلسفے اور منطق کو علم باطنی قرار دیکر مخالفین کا منہ بند کر دیا گیا، رہبانیت بھی انہیں بدعتوں میں سے ایک تھی جس کو روحانی ترقی، تزکیہ نفس اور تقرب الی اللہ کا وسیلہ قرار دیا گیا اور اس غلطی کے مرتکب کوئی معمولی لوگ نہیں تھے بلکہ تیسری صدی سے نزول قرآن تک تقریباً تمام ہی مسیحی اکابر علماء اس میں ملوث ہو چکے تھے کیونکہ باطنی علوم کے لبادے میں عیسیٰ علیہ السلام کے دین کا جو حلیہ بگاڑا جا رہا تھا اسکے خلاف آواز اٹھانے کی کسی میں سکت نہیں تھی۔

اسلام میں علم باطنی کا عقیدہ اولاً شیعہ نے اختیار کیا اسکے بعد اسے ایسی مقبولیت حاصل ہوئی کہ اکثر گمراہ فرقوں نے اسی کو اپنی بنیاد بنایا اور اسکے لئے مختلف نام اختیار کئے گئے کبھی اسے وہبی علم کہا گیا، کبھی علم لدنی کہا گیا، کہیں کشف والہام کہا گیا اور آج کل تصوف کی داعی و مبلغ تبلیغی جماعت اسے شرح صدر کہنے لگی ہے، یہ علم باطنی کیا ہے؟ کہاں سے حاصل ہوتا ہے؟ اور کس کو حاصل ہوتا ہے؟ اسکی صراحت کرتے ہوئے صوفیاء کے سرخیل محی الدین ابن عربی جنہیں شیخ اکبر کہہ کر پکارا جاتا ہے اپنی مشہور کتاب فصوص الحکم میں لکھتے ہیں کہ:

﴿جس مقام سے نبی لیتے ہیں اسی مقام سے انسان کامل، صاحب الزماں، غوث، قطب لیتے ہیں﴾

پس معلوم ہوا کہ صوفیاء کے نزدیک علم وحی اور علم باطنی کا ماخذ ایک ہی ہے چناچہ فضائل اعمال میں زکریا صاحب قرأت قرآن کی شرائط بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

﴿ قرآن شریف کے ظاہر اور باطن ہونے کا مطلب، ظاہر یہ ہے کہ ایک ظاہری معنی ہیں جن کو ہر شخص سمجھتا ہے اور ایک باطنی معنی ہیں جن کو ہر شخص نہیں سمجھتا ☆ فضائل قرآن ص ۱۸ ﴾

اسکے بعد اسکی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

﴿ بعض مشائخ نے ظاہر سے مراد اسکے الفاظ فرمائے ہیں جن کی تلاوت میں ہر شخص برابر ہے اور باطن سے مراد اسکے معنی و مطالب ہیں جو حسب استعداد مختلف ہوتے ہیں ☆ فضائل قرآن ص ۱۸ ﴾

دراصل یہ حضرات قرآن کریم کو منسوخ کہنے کی جرأت تو نہیں کر سکتے لیکن علم باطنی کا جو عقیدہ پیش کرتے ہیں اسکی رو سے قرآن عملاً خود ہی منسوخ ہو جاتا ہے کیونکہ جب معنی و مطالب حسب استعداد مختلف ہوئے تو پھر کسی بھی مسئلہ میں کس کے معنی معتبر ہونگے اور کس کے نہیں اسکا فیصلہ کون کریگا درحقیقت یہ منصب نبی اور رسول کا ہے جسکی صراحت خود قرآن میں اللہ تعالیٰ نے فرمائی ہے جیسا کہ سورہ النحل میں ارشاد ہوا کہ:

﴿ وما انزلنا الیک الذکر لتبین للناس ما نزل الیھم ﴾

یعنی ”اے نبی ﷺ! ہم نے یہ قرآن آپ پر نازل کیا ہے تا کہ آپ لوگوں کے واسطے اسکی شرح کر دیں جو ان کیلئے نازل کیا گیا ہے“ جبکہ علم باطنی کا عقیدہ رکھنے والوں کے نزدیک قرآن کریم کی آیات کا جو مطلب انکے الفاظ کے معنی کی رو سے متعین کیا جاتا ہے وہ ان کا حقیقی مطلب نہیں ہوتا بلکہ ان کا حقیقی مطلب ان الفاظ کی تہہ میں مستور ہوتا ہے اور وہ مفہوم الہام کے ذریعہ سے براہ راست منجانب اللہ حاصل ہوتا ہے اسی الہام یا وہبی علم کو فضائل اعمال میں ایک مثال کے ذریعہ زکریا صاحب بیان کرتے ہیں کہ:

﴿ سید علی بن میمونؒ کا قصہ مشہور ہے کہ جب شیخ علوان حمویؒ جو ایک متجر عالم اور مفتی اور مدرس تھے سید صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سید صاحب کی ان پر خصوصی توجہ ہوئی تو ان کو سارے مشاغل درس و تدریس فتویٰ وغیرہ سے روک دیا اور سارا وقت ذکر میں مشغول کر دیا عوام کا تو کام ہی اعتراض اور گالیاں دینا ہے لوگوں نے بڑا شور مچایا کہ شیخ کے منافع سے دنیا کو محروم کر دیا اور شیخ کو ضائع کر دیا وغیرہ وغیرہ کچھ دنوں بعد سید صاحب کو معلوم ہوا کہ شیخ کسی وقت کلام اللہ کی تلاوت کرتے ہیں سید صاحب نے اسکو بھی منع کر دیا تو پھر پوچھنا ہی کیا، سید صاحب پر زندیقی اور بددینی کا الزام لگنے لگا لیکن چند ہی روز بعد شیخ پر ذکر کا اثر ہو گیا اور دل رنگ گیا تو سید صاحب نے فرمایا کہ اب تلاوت شروع کر دو کلام پاک کھولا تو ہر ہر لفظ پر وہ علوم و معارف کھلے کہ پوچھنا ہی کیا ہے ☆ فضائل ذکر فصل سوم ص ۸۰ ﴾

اسی طرح صوفیاء اپنے تئیں علم حدیث کے حصول سے بھی بے نیاز ہوتے ہیں کیونکہ یہ بھی انہیں وہبی طور پر حاصل ہو جاتا ہے مثال کے طور پر زکریا صاحب کے قلم سے نکلی ہوئی یہ عبارت ملاحظہ فرمائیے کہ:

﴿ ابدل میں سے ایک شخص نے حضرت خضر سے دریافت کیا کہ تم نے اپنے سے زیادہ مرتبہ والا کوئی ولی بھی دیکھا ہے، فرمانے لگے ہاں دیکھا ہے میں ایک مرتبہ مدینہ طیبہ میں رسول اللہ ﷺ کی مسجد میں حاضر تھا میں نے امام عبدالرزاقؒ محدث کو دیکھا کہ وہ

احادیث سنا رہے ہیں اور مجمع انکے پاس حدیث سن رہا ہے اور مسجد کے ایک کونے میں ایک جوان گھٹنوں پر سر رکھے علیحدہ بیٹھا ہے میں نے اس جوان سے کہا کہ تم دیکھتے نہیں کہ مجمع حضور اقدس ﷺ کی حدیثیں سن رہا ہے تم انکے ساتھ شریک نہیں ہوتے؟ اس جوان نے نہ تو سر اٹھایا نہ میری طرف التفات کیا اور کہنے لگا کہ اس جگہ وہ لوگ ہیں جو رزاق کے عبد سے حدیثیں سنتے ہیں اور یہاں وہ ہیں جو خود رزاق سے سنتے ہیں نہ کہ اس کے عبد سے حضرت خضر نے فرمایا کہ اگر تمہارا کہنا صحیح ہے تو بتاؤ میں کون ہوں اس نے اپنا سر اٹھایا اور کہا کہ اگر فراست صحیح ہے تو آپ خضر ہیں حضرت خضر فرماتے ہیں کہ اس سے میں نے جانا کہ اللہ جل شانہ کے بعض ولی ایسے بھی ہیں جنکو علو مرتبہ کی وجہ سے میں نہیں پہچانتا ☆ فضائل حج ص ۱۲۸،۱۲۹ ﴾

پس ذکر کے اثر سے قرآن کے علوم ومعارف کا کھلنا اور عبدالرزاق کے بجائے رزاق سے حدیثیں سننے کا درجہ حاصل ہونا تبلیغی جماعت کی اصطلاح میں شرح صدر کہلاتا ہے اور ہر تبلیغی جو دو چار چلے لگا لیتا ہے تو وہ بزعم خود یہ سمجھ لیتا ہے کہ وہ شرح صدر کے راستے پر چل پڑا ہے پھر وہ کسی عالم کی بات یا قرآن وحدیث کی روشنی میں کی جانے والی کسی بھی ناصح کی نصیحت کو خاطر میں نہیں لاتا حالانکہ مطلق شرح صدر کوئی شئے نہیں بلکہ شرح صدر ہدایت پر ہوتا ہے یا گمراہی پر اور ایمان پر ہوتا ہے یا کفر پر ہوتا ہے جیسا کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ:

﴿ من شرح بالكفر صدرا فعليهم غضب من الله ولهم عذاب عظيم☆ سورة النحل١٠٦﴾

یعنی ”جس نے اپنا سینہ کفر کیلئے کھول دیا ہو تو اس پر اللہ کا غضب ہے اور اسکے لئے بڑا عذاب ہے“ اسی طرح ایمان اور اسلام پر بھی شرح صدر ہوتا ہے جسکی دعا موسیٰ علیہ السلام نے مانگی یا جسکی بشارت نبی کریم ﷺ کو دی گئی اس نوعیت کے شرح صدر کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ أفمن شرح الله صدره للاسلام فهو على نور من

ربہ☆الزمر۲۲﴾

یعنی ''اللہ تعالیٰ جس کا سینہ اسلام کیلئے کھول دے تو وہ اپنے رب کی جانب سے نور پر ہوتا ہے'' پس معلوم ہوا کہ شرح صدر مطلق شئے نہیں بلکہ ہدایت یا گمراہی سے متعلق شئے ہے اور ہدایت ایمان اور عمل صالح کے مجموعے کا نام ہے اور ایمان صحیح عقائد کے مجموعہ کو کہتے ہیں جبکہ عمل صالح سنت رسول کے التزام اور بدعت سے اعراض کا نتیجہ ہوتا ہے اور ایمان اور عمل صالح کی بنیاد قرآن حدیث کے علم اور صحیح فہم پر ہوتی ہے جبکہ تبلیغی جماعت میں قرآن وحدیث کے علم وفہم کو پندرہ (۱۵) علوم پر دسترس کے ساتھ مشروط کر دینے کے باعث قرآن وحدیث کا علم وفہم عملی طور پر شجر ممنوعہ قرار پا چکا ہے۔

اہل تاریخ بیان کرتے ہیں کہ خوارج کی گمراہی کا اصل سبب بھی ان کی قرآن وحدیث سے جہالت تھی جس کے باعث انہیں قرآن کی بعض آیات کی من مانی تشریح کرنے والے ان بزرگوں نے ہلاکت میں ڈالا جن سے وہ اندھی عقیدت رکھتے تھے اسی سبب علامہ وحید الزمان اپنی تالیف لغات الحدیث میں حدیث کے ایک لفظ کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

﴿ہمارے زمانے میں بھی اہل بدعت نے خوارج مردود کی پیروی اختیار کی ہے کہ قرآن کے لفظ پڑھ لیتے ہیں اور اسی کو کافی سمجھتے ہیں نہ اسکے معنی میں غور کرتے ہیں اور نہ عمل کرنے کی نیت سے پڑھتے ہیں اللہ ان لوگوں سے بچائے☆لغات الحدیث جلد اول﴾

یعنی خوارج کی گمراہی کا ایک سبب تو یہ تھا کہ وہ موجودہ تبلیغی جماعت کی طرح قرآن کو سمجھنے اور اسمیں غور فکر کرنے کی توفیق سے محروم تھے اور دوسرا سبب یہ تھا کہ وہ لوگ بھی علم باطنی یا وہبی علم کے اصل الاصول یعنی ذکر واذکار کے ایسے ہی دلدادہ تھے جیسے صوفیاء ہوتے ہیں یا صوفیوں کی تیارہ کردہ یہ تبلیغی جماعت ہے اسکا ثبوت خود حضرت جی مولانا یوسف صاحب کے آخری بیان سے پیش خدمت ہے فرمایا کہ:

﴿حضرت علیؓ کا قاتل ابن ملجم (خارجی) ایسا نمازی اور ایسا ذاکر تھا کہ جب اسکو قتل کرتے وقت غصہ میں بھرے لوگوں نے اسکی زبان کاٹنی چاہی تو اس نے کہا سب کچھ کر لو لیکن میری زبان مت کاٹو تا کہ میں زندگی کے آخری سانس تک اللہ کا ذکر کرتا رہوں☆

تبلیغی کام صفحہ ۴۹

یعنی یہ حال تھا اس شخص کا جس کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا کہ علیؓ کا قاتل میری امت کا بدبخت اور شقی انسان ہوگا اور خوارج کے اس نمازی اور پرہیزگار گروہ کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا کہ ''یہ لوگ جہنم کے کتے ہیں'' اور اسکا سبب صرف یہی تھا کہ یہ لوگ قرآن وحدیث کے علم کو چھوڑ کر خودساختہ اذکار کے پیچھے لگے ہوئے تھے۔

تیسرا مشترکہ اصول: ''بزرگوں سے اندھی عقیدت'':

عیسیٰ علیہ السلام کے امتی اس وقت تک شدید مصائب ومشکلات کا شکار رہے جب تک کہ سینٹ پولس نے عیسائیت میں داخل ہوکر عقیدہ توحید کو تثلیث سے بدل نہیں دیا اسکے بعد عیسائیت عوام میں تیزی سے پھیلنا شروع ہوئی اور کلیسا اپنے مذہب میں توسیع اور اشاعت کے شوق میں ہر اس برائی کو اپنے دائرے میں داخل کرتا گیا جو عام لوگوں میں مقبول تھی، اولیاء پرستی نے قدیم معبودوں کی جگہ لے لی چناچہ ہورس اور آئسس کی جگہ عیسیٰؑ اور مریم کے مجسموں کو پوجا جانے لگا اور سٹرنیلیا کی جگہ کرسمس کا تہوار منایا جانے لگا اسی طرح چونکہ عوام اس شخص کو خدارسیدہ سمجھتے تھے جو گندا ہو، ننگا ہو اور کسی کھو یا بھٹ میں رہے چناچہ عیسائی کلیسا میں بھی ولایت کا یہی تصور مقبول ہوگیا اور ایسے ہی لوگوں کی کرامتوں کے قصائص سے عیسائیوں کے یہاں تذکرۃ اولیاء قسم کی کتابیں لبریز ہوگئیں اور ان قصائص کو بیان کرنے اور لکھنے والوں محض اندھی عقیدت کے باعث ثقہ اور معتبر تسلیم کرلیا گیا۔

عیسائیت کے اندر رہبانیت کا آغاز اس وقت ہوا جب ضبط نفس (جو کہ اللہ کے دین میں ایک مطلوب وقابل تصویب شئے ہے) کو نفس کشی کے غلط تصور سے تبدیل کردیا گیا چناچہ اس دور کے عیسائی اولیا کی جو خوبیاں بیان کی گئی ہیں وہ نفس کشی کی ایسی ہی مثالوں سے بھری پڑی ہیں، کسی ولی کی تعریف یہ تھی کہ وہ تیس (۳۰) سال تک خاموش رہا اور کبھی اسے بولتے نہ دیکھا گیا، کسی نے اپنے آپ کو ایک چٹان سے باندھ رکھا تھا، کوئی اپنے اعضاء جکڑے رکھتا تھا، کوئی بھاری بوجھ ہروقت اٹھائے رکھتا تھا، کچھ حضرات

جانوروں کے بھٹوں یا خشک کنوؤں یا پرانی قبروں میں رہتے تھے، کچھ بزرگ ہر وقت ننگے رہتے تھے پس ایسے ہی ولیوں کے چرچے ہر طرف پھیلے ہوئے تھے اور مرنے کے بعد ان کی ہڈیاں عقیدت کے ساتھ خانقاہوں میں رکھی جاتیں پھر یہ عقیدت صرف مردوں تک محدود نہ رہی بلکہ زندہ ولیوں میں سے بھی جو راہب غیر معمولی ریاضتیں اور نفس کشی کے کمالات دکھاتا اسے ولی اللہ ہونے کا سرٹیفیکیٹ عطا کر دیا جاتا پھر یہ بات عوام کے ذہن نشین کرادی گئی کہ جس کسی سے کوئی گناہ عظیم سرزد ہوجائے اسکی بخشش کسی نہ کسی ولی کی درگاہ پر نذرانہ چڑھانے یا خانقاہ اور چرچ کو بھینٹ دینے سے ہوجائے گی، اسکے بعد وہی دنیا راہبوں کے قدموں میں آرہی جس سے فرار ان کا طرہ امتیاز تھا، خاص طور پر جو چیز اس تنزل کی موجب ہوئی وہ یہ تھی کہ راہبوں کی غیر معمولی ریاضتیں اور ان کی نفس کشی کے کمالات دیکھ کر جب عوام میں ان کیلئے بے پناہ عقیدت پیدا ہوگئی تو بہت سے دنیا پرست لوگ درویشی کے لباس پہن کر راہبوں میں داخل ہوگئے اور انہوں نے ترک دنیا کے بھیس میں طلب دنیا کا ایسا کاروبار چمکایا کہ بڑے بڑے طالب دنیا ان سے مات کھا گئے اسی لئے قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

﴿ **یاایھاالذین آمنوا ان کثیرا من الاحبار والرھبان لیاکلون اموال الناس بالباطل ویصدون عن سبیل اللّٰہ ☆التوبة ٣٤** ﴾

یعنی ''اے ایمان والوں! اکثر علامہ (احبار) اورصوفی (رہبان) لوگوں کا مال باطل طریقہ سے کھاتے ہیں اور لوگوں کو اللہ کے راستے سے روکتے ہیں'' اس آیت کریمہ میں ایک بات قابل غور ہے کہ یہاں تذکرہ یہودیوں اور عیسائیوں کے مذہبی پیشواؤں کا ہورہا ہے مگر صیغہ خطاب ایمان والوں یعنی مسلمانوں کی جانب ہے جو اس جانب ایک لطیف اشارہ ہے کہ جس طرح گذشتہ امتوں میں عوام الناس کو گمراہ ان لوگوں نے کیا جن کی بات کو دین پر اتھارٹی سمجھا جاتا تھا اور ان لوگوں نے کیا جنھوں نے ترک دنیا کا اور تقویٰ اور طہارت کا کھیل رچایا ہوا تھا اسی طرح اس امت میں بھی گمراہی اور انتشار ان افراد کے ذریعہ آئے گا جن کو عوام الناس نے انکے علم اور تقویٰ کو دیکھتے ہوئے اندھی عقیدت میں مبتلا ہوں گے اور بڑے بڑے القاب سے نوازیں گے چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے زمانے میں جو اہل علم قال اللہ وقال رسول کے جھنڈے کو بلند

رکھے ہوئے ہیں انکے نام کے ساتھ شیخ یا مولانا کے سوا کوئی لقب نہیں جبکہ وہ لوگ جو قرآن وحدیث کو تھامنے کے بجائے اپنے اپنے امام اور اپنے اپنے کنویں کا پانی پینے کی دعوت دیتے ہیں اپنے اکابرین کیلئے شیخ اکبر ،امام اعظم ،حکیم الامت ،اعلیٰ حضرت اور زبدۃ الافاضل جیسے القاب کا انتخاب کرتے ہیں مثال کے طور پر تبلیغی جماعت کے فضائل اعمال سے یہ عبارت ملاحظہ فرمائیے زکریا صاحب لکھتے ہیں کہ:

﴿ وہ زمانہ اگر چہ کچھ دور ہو گیا ہے جبکہ حجتہ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی قدس اللہ سرہ اور قطب الارشاد حضرت اقدس مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی نور اللہ مرقدہ کی تشریف آوری حاضرین جلسہ کے قلوب کو منور فرمایا کرتی تھی مگر وہ منظر ابھی آنکھوں سے زیادہ دور نہیں ہوا جبکہ ان مجددین اسلام اور شموس ہدایت کے جانشین حضرت شیخ الھند رحمۃ اللہ علیہ ،حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ ،حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ ،حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب نور اللہ مرقدہ مدرسہ کے سالانہ جلسہ میں مجتمع ہو کر مردہ قلوب کے لئے زندگی و نورانیت کے لئے چشمے جاری فرمایا کرتے تھے اور عشق کے پیاسوں کو سیراب فرماتے تھے ☆ فضائل قرآن ص ۵ ﴾

پس سورۃ التوبہ کی مذکورہ بالا آیت سے معلوم ہوا کہ عام طور پر لوگوں کے مال اور دین پر ڈاکہ وہی لوگ ڈالتے ہیں جنکے ناموں کے آگے لگے لمبے چوڑے القاب کے باعث عوام الناس انکی اندھی عقیدت میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور یہی المیہ خوارج کا بھی تھا چنانچہ جب علی بن ابی طالب ؓ سے خوارج کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انھوں نے فرمایا کہ:

﴿ ان پر آفت آئی ہے اور شیطان نے ان کو بہکا دیا ہے جس کے سبب یہ اندھے اور بہرے ہو گئے ہیں کسی کی بات نہیں سنتے بس جو اپنے لوگ کہیں اسی کو مانتے ہیں اور دوسرے مسلمانوں کی نہ تقریر سنتے ہیں اور نہ کتابیں پڑھتے ہیں یہ جہالت اور بے عقلی کی ایک قسم ہے ☆ لغات الحدیث از علامہ وحید الزماں جلد اول ﴾

بنیادی طور پر بزرگوں سے عقیدت رکھنا کوئی مذموم شئے نہیں ہے مگر یہ عقیدت مذموم اس وقت بن

جاتی ہے جب اپنے بزرگوں پر اندھا اعتماد کرلیا جائے اور اس اندھے اعتماد یا عقیدت کو یہاں ہم تین درجات میں تقسیم کر کے وضاحت سے بیان کرتے ہیں۔

(۱) متعصب حسن ظن:

حسن ظن بری شئے نہیں لیکن جب اپنے کسی بزرگ کی ہر بات خواہ وہ صحیح یا غلط اسکی تاویل کرنے کی روش اختیار کرلی جائے تو یہ متعصب حسن ظن کہلاتا ہے اور تصوف کی اصل خباثت یہ ہے کہ اس میں اکابرین کی بات خواہ وہ قرآن وحدیث کے صریح مخالف بھی کیوں نہ ہو اسکی ہر ممکن تاویل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے اور اپنے شیخ اور پیر کی کسی بھی بات کو نصوص کے مخالف سمجھنا گناہ عظیم تصور کیا جاتا ہے مثال کے طور پر محی الدین ابن عربی جسے زکریا صاحب نے فضائل اعمال میں شیخ اکبر لکھا ہے انکی ایک کتاب ''فصوص الحکم'' ہے اس کتاب کو اگر کفر اور زندیقیت کی معراج کہا جائے جو تو مبالغہ نہ ہوگا لیکن حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب نے اس کتاب کی شرح بنام ''خصوص الکلم فی حل فصوص الحکم'' تحریر فرمائی ہے جس میں اس کتاب کی ہر قابل اعتراض بات اور مسئلہ وحدۃ الوجود کا منطق فلسفہ اور تاویلات کے ذریعہ دفاع کرنے کی سعی فرمائی ہے مگر اسکے باوجود کتاب کی آخری سطر میں یہ لکھنے پر مجبور ہوئے کہ:

﴿ خلاصہ مقام کا یہ ہوا کہ یہ مسئلہ بالکل غلط ہے جس کا قائل ہونا کسی کو جائز نہیں لیکن چونکہ یہ غلطی شیخ کی اجتہادی ہے اسلئے ان پر تشنیع بھی جائز نہیں ﴾

یہ ہے عقیدت کا کرشمہ کہ اپنے شیخ کی کوئی بات غلط بھی ہو تو اس پر تنقید جائز نہیں خواہ اسکی وجہ سے امت مسلمہ کی ایک کثیر تعداد گمراہی میں پڑ جائے پس جس طبقہ فکر کے علماء کا یہ حال ہو وہاں عوام الناس سے کیا امید رکھی جائے کہ وہ اپنے علماء کے بارے میں کسی قسم کی تنقید کر برداشت کریں گے پس یہی علماء پرستی ہر امت میں تفرقہ کی بنیاد رہی ہے جیسا کہ سورۃ الشوریٰ میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

﴿ وماتفرقوا الا من بعد ماجاء هم العلم بغيا بينهم ﴾

یعنی ''ہر امت میں تفرقہ علم آجانے کے بعد ہی ہوا ہے اور اسکا سبب ایک دوسرے پر برتری کا جنون

تھا''، یعنی کوئی بھی گروہ متعصب حسن ظن کے باعث اس بات کو ماننے کیلئے تیار نہیں تھا کہ کسی مسئلہ کو سمجھنے میں اسکے عالم نے غلطی کی ہے کیونکہ ایسا تسلیم کرنے کی صورت میں دوسرے گروہ کے عالم کی اپنے عالم پر برتری یا کم از کم برابری تسلیم کرنی پڑے گی جبکہ اندھی عقیدت اس بات کی ہرگز اجازت نہیں دیتی۔

(۲) تقلید شخصی:

کسی معین شخص کے ذاتی قول یا فتویٰ کو بلا دلیل مان لینا تقلید شخصی یا تقلید جامد کہلاتا ہے اور معلوم ہونا چاہیے کہ دین میں دلیل صرف چار چیزیں ہیں اولاً قرآن، ثانیاً حدیث، ثالثاً اجماع امت اور رابعاً قیاس شرعی چنانچہ اگر کوئی شخص قرآن یا حدیث کے کسی حکم پر عمل کرتا ہے اور یہ عمل خواہ اسکے اپنے مطالعہ کا نتیجہ ہو یا کسی عالم نے دلیل کے ساتھ اسے بتایا ہو تقلید کی تعریف سے خارج ہے اسی طرح دین کا کوئی بھی مسئلہ جس پر امت کا اجماع ہو گیا ہو یا اہل علم میں سے کسی نے قیاس شرعی کے ذریعہ اسے اخذ کیا ہو اس پر عمل کرنا بھی تقلید کی تعریف سے خارج ہے البتہ جس مسئلہ میں علماء کے درمیان اختلاف ہو جائے اس مسئلہ میں صرف دو چیزیں حجت ہیں ایک قرآن دوسرے حدیث اسکے علاوہ تیسری کوئی چیز اس ضمن میں دلیل نہیں بن سکتی چنانچہ مقلدین کے جانب سے یہ مطالبہ قطعی طور پر غلط ہے کہ اہل حدیث دین کا ہر مسئلہ قرآن حدیث سے حل کر کے دکھائیں کیونکہ عام مسائل میں مذکورہ بالا چار چیزیں حجت ہیں جبکہ اختلافی مسائل میں صرف قرآن و حدیث حجت ہیں۔

تقلید شخصی میں کسی خاص شخصیت کی تقلید کا التزام کیا جاتا ہے جیسا کہ حنفی کے لئے امام ابوحنیفہؒ کے علاوہ کسی کی تقلید جائز نہیں ہوتی اور اسی طرح شافعی کو امام شافعیؒ کے سوا کسی کی بات حجت نہیں ہوگی خواہ وہ قرآن وحدیث کے موافق ہی کیوں نہ ہو پس قرآن وحدیث کے احکامات کو اپنے امام کے تابع کر دینا یعنی حرام کو حلال اور حلال کو حرام، جائز کو ناجائز اور ناجائز کو جائز محض اپنے امام کے قول کی بنا پر تسلیم کر لینے کا نام تقلید شخصی ہے اور ایسا محض اندھی عقیدت کی بنیاد پر کیا جاتا ہے قرآن کریم میں اس قسم کی تقلید کی مذمت ان الفاظ میں فرمائی گئی ہے کہ:

﴿ اتخذوا احبارھم ورھبانھم ارباباً من دون اللّٰہ ☆ التوبہ ۳۱ ﴾

یعنی ''ان یہود ونصاریٰ نے اللہ کے بجائے اپنے فقہاء اور صوفیاء کو اپنا رب بنالیا تھا'' اس امت نے بھی یہود ونصاریٰ کے نقشہ قدم پر چلتے ہوئے فقہاء کو تقلید کے ذریعہ اللہ کے اختیارات سونپ دیئے اور صوفیاء کو ''توحید مطلب'' کی اصطلاح ایجاد کرکے رب بنالیا ہے۔

(۳) توحید مطلب:

تقلید کی یہ تیسری قسم صوفیت کی ایجاد ہے کیونکہ صوفیت سستی پر مبنی ہے اس لئے قرآن وحدیث میں تاویلات وتحریفات کرنا بھی صوفیوں کے بس کا کام نہیں تھا چناچہ ان صوفیوں نے تقلید کی یہ تیسری قسم ایجاد کی جس میں مقلد ہر قسم کی شرعی پابندی سے ہی آزاد ہوگیا اب اسکے لئے اسکے پیر کا حکم ہی دین وشریعت بن گیا یعنی اسکے پیر کے منہ سے نکلی ہوئی بات خواہ دین وشریعت کے صریح خلاف ہی کیوں نہ ہو اسے ماننا اور اس پر عمل کرنا مرید کے لئے لازم اور ضروری ہے یعنی پیر کا قول ہی دراصل شریعت ہے اور مرید کو یہ جاننے یا سوچنے کے بھی اجازت نہیں کہ اسکے پیر کا کوئی قول دین وشریعت کے خلاف تو نہیں ہے، توحید مطلب کی تعریف کرتے ہوئے مولانا زکریا صاحب فضائل تبلیغ فصل سابع میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

﴿ شیخ اکبرؒ تحریر فرماتے ہیں کہ اگر تیرے کام دوسرے کی مرضی کے تابع نہیں ہوتے تو تو کبھی بھی اپنے نفس کی خواہشات سے انتقال نہیں کرسکتا گو عمر بھر مجاہدے کرتا رہے لہذا تجھے کوئی ایسا شخص ملے جسکا احترام تیرے دل میں ہو تو اس کی خدمت گذاری کر اور اسکے سامنے مردہ بن کر رہ کہ وہ تجھ میں جس طرح چاہے تصرف کرے اور تیری اپنی کوئی خواہش نہ رہے اسکے حکم کی تعمیل میں جلدی کر اور جس چیز سے روکے اس سے احتراز کر اگر پیشہ کرنے کا حکم کرے تو پیشہ کر مگر اس کے حکم سے نہ کہ اپنی رائے سے، بیٹھ جانے کو کہے تو بیٹھ جا لہذا ضروری ہے کہ شیخ کامل کی تلاش میں سعی کرتا کہ تیری ذات کو اللہ سے ملادے ﴾

اور شیخ رشید احمد گنگوہی نے ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام امداد السلوک ہے اسکے اردو ترجمہ کا مقدمہ

مولانا زکریا صاحب نے لکھا ہے، اس کتاب میں مولانا رشید احمد گنگوہی نے یہ توحید مطلب کا ایک باقاعدہ عنوان قائم کیا ہے جس کے تحت وہ لکھتے ہیں کہ:

﴿ توحید مطلب اسکو کہتے ہیں کہ اپنے شیخ کے متعلق اس کا یقین رکھے کہ دنیا میں اسکے علاوہ مجھکو مطلوب تک کوئی نہیں پہنچا سکتا اور گو اس زمانے میں دوسرے مشائخ بھی ہوں اور انہی اوصاف کاملہ سے متصف بھی ہوں مگر میرا منزل مقصود پر پہنچنا اسی ایک کی بدولت ہوگا، سو توحید مطلب سلوک کا بڑا رکن ہے اور جس کو یہ حاصل نہ ہوگا ہو پراگندہ و پریشان اور ہر جائی بنا پھرے گا اور کسی جنگل میں بھٹکتا ہوا کیوں نہ ہلاک ہو جائے حق تعالیٰ کو بھی اس کی مطلق پرواہ نہ ہوگی ☆ امدادالسلوک ص۶۴، ۶۵ ﴾

معلوم ہونا چاہیے کہ صوفیاء کے شیوخ کو یہ مقام و مرتبہ کسی علم و تفقہ کی بنیاد پر نہیں بلکہ محض عشق الٰہی کی وجہ سے وہ اس مقام تک پہنچ جاتے ہیں ثبوت کے طور پر زکریا صاحب کا یہ بیان ملاحظہ فرمائیے لکھتے ہیں کہ:

﴿ عاشق وہ ہے جو اپنی خودی سے جاتا رہے، خدا کے ذکر کے ساتھ وابستہ ہو گیا ہو اور اس کا حق ادا کرتا ہو، دل سے اللہ کی طرف دیکھتا ہو، اسکے دل کو انوار ہیبت نے جلا دیا ہو اسکے لئے خدا کا ذکر شراب کا پیالہ ہو، اگر کلام کرتا ہو تو اللہ ہی کا کلام ہو، گویا حق تعالیٰ شانہ ہی اسکی زبان سے کلام فرماتا ہے ☆ فضائل ذکر ص ۱۷۵ ﴾

اب کوئی بھی شخص اگر اس قسم کا عقیدہ رکھے گا تو لازمی بات ہے کہ اسکے لئے اپنے پیر کی منہ سے نکلی ہوئی بات خواہ وہ شریعت کے مخالف ہو یا موافق اللہ تعالیٰ کے فرمان کے درجہ میں ہوگی یہ اندھی عقیدت کی خبیث ترین شکل ہے جو صوفیت میں رائج ہے۔

تبلیغی جماعت کے بعض دلفریب اقوال

یا نعرے (slogans)

ہر شخص جانتا ہے کہ آج کا دور اشتہار بازی کا دور ہے، مارکیٹ میں وہی چیز کامیاب ہوتی ہے جس کا اشتہار اچھا ہو اور جسکی پیکنگ خوبصورت ہو اسی طرح موجودہ ملعون جمہوریت میں بھی وہی امیدوار کامیاب قرار پاتے ہیں جن کے نعرے دلفریب ہوں کیونکہ آج کے چالباز اور ٹھگ افراد نے اس بات کو بخوبی سمجھ لیا ہے کہ ''العوام کالانعام'' یعنی عوام الناس تو بھیڑ بکریاں ہیں انہیں جس طرف ہانک دو اسی طرف چل پڑتی ہیں چنانچہ تبلیغی جماعت کے بعض اکابرین نے بھی اسی روش کو اختیار کرتے ہوئے بعض ایسے دلفریب نعرے ایجاد کئے ہیں جن کو بنیاد پر تبلیغی جماعت کو عوام الناس میں خاصی مقبولیت حاصل ہو رہی ہے چنانچہ ان صفحات میں تبلیغی جماعت کے کچھ ایسے ہی دلفریب نعروں کا پردہ فاش کر کے ان نعروں کے پیچھے چھپے ہوئے حقائق کو سامنے لایا جارہا ہے تاکہ وہ لوگ جو سوچنے سمجھنے اور غور کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں شاید وہ اللہ کی توفیق سے تبلیغی جماعت کے دام ہم رنگ میں گرفتار ہونے سے محفوظ رہیں۔

پہلا قول: لوگوں میں کلمہ والا یقین پیدا کرنا:

تبلیغی جماعت پر جب یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ دین کی تبلیغ کرنا علماء کا کام ہے تو اسکا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ ہمارا نام تبلیغی جماعت ہم نے نہیں بلکہ لوگوں نے رکھ دیا ہے ورنہ ہم تو صرف لوگوں کا کلمہ درست کرنے اور مسلمانوں میں کلمہ والا یقین پیدا کرنے کیلئے نکلے ہیں اور وہ کلمہ والا یقین یعنی ''لا الہ الا اللہ'' کا مطلب یہ ہے کہ ''سب کچھ اللہ سے ہونے کا یقین اور اللہ کے غیر سے کچھ نہ ہونے کا یقین'' پیدا کیا جائے اور شرح اسکی یہ بیان کی جاتی ہے کہ اگر کسی شخص نے ہمیں کچھ دیا تو وہ درحقیقت اللہ نے عطا کیا اسی طرح اگر کسی کی ذات سے کوئی نفع حاصل ہوا تو وہ درحقیقت اللہ نے نفع دیا لیکن سب کچھ اللہ سے ہونے کے یقین کی یہ شرح ناقص ہے کیونکہ ''ہونے یا کرنے'' کے الفاظ فعل پر دلالت کرتے ہیں اور فعل کے کرنے والے کو فاعل کہا جاتا ہے اس اعتبار سے ہر فعل کا فاعل حقیقی اللہ ہوا اور افعال اچھے بھی ہوتے ہیں اور برے بھی ہوتے ہیں یعنی اگر سب کچھ اللہ سے ہونے کا یقین رکھا جائے تو اسکا مطلب یہ ہوا کہ کسی بھی انسان کا کوئی فعل خواہ وہ اچھا ہو یا برا منجانب اللہ ہوا جیسا کہ اگر کوئی شخص چوری کرتا ہے، ڈاکہ ڈالتا ہے یا زنا کرتا ہے تو یہ

فعل اسکا نہ ہوا بلکہ معاذ اللہ یہ فعل اللہ کا ہوا نیز معلوم ہونا چاہیے کہ ہر فعل کے فاعل حقیقی کا نظریہ ہماری اپنی ذہنی اپج نہیں بلکہ یہ صوفیاء کا عقیدہ ہے اور ہماری اس بات کو شاید بعض لوگ مبالغہ پر محمول کریں چنانچہ مناسب معلوم ہوتا ہے اس مقام پر ہم ایک مثال پیش کر دیں تا کہ قارئین کو معلوم ہو جائے کہ صوفیاء ہر فعل کا فاعل حقیقی اللہ ہی مانتے ہیں چنانچہ معروف دیوبندی عالم مولانا رشید احمد گنگوہی کی سوانح حیات پر مشتمل کتاب ''تذکرۃ الرشید'' جسے مولانا محمد عاشق الٰہی صاحب میرٹھی نے تالیف کیا ہے میں درج ہے کہ:

﴿ایک بار (مولانا رشید احمد گنگوہی نے) ارشاد فرمایا کہ ضامن علی جلال آبادی کی سہانپور میں بہت سی رنڈیاں مرید تھیں ایک بار سہارنپور میں یہ کسی رنڈی کے مکان پر ٹھہرے ہوئے تھے سب مریدنیاں اپنے میاں صاحب کی زیارت کے لئے حاضر ہوئیں مگر ایک رنڈی نہیں آئی میاں صاحب بولے کہ فلانی کیوں نہیں آئی رنڈیوں نے جواب دیا میاں صاحب ہم نے اس سے بہتیرا کہا چل میاں صاحب کی زیارت کو تو اس نے کہا میں بہت گناہ گار ہوں اور بہت روسیاہ ہوں میاں صاحب کو کیا منہ دکھاؤں گی، میں زیارت کے قابل نہیں میاں صاحب نے کہا نہیں جی تم اسے ہمارے پاس ضرور لانا چنانچہ رنڈیاں اسے لیکر آئیں جب وہ سامنے آئی تو میاں نے پوچھا بی تم کیوں نہیں آئیں تھیں؟ اس نے کہا حضرت جی روسیائی کی وجہ سے زیارت کو آتے ہوئے شرماتی ہوں میاں صاحب بولے بی تم کیوں شرماتی ہو'' کرنے والا کون اور کرانے والا کون وہی تو ہے'' رنڈی یہ سن کر آگ بگولا ہو گئی اور خفا ہو کر بولی لاحول ولاقوۃ اگر چہ روسیاہ و گناہگار ہوں مگر'' ایسے پیر کے منہ پر پیشاب بھی نہیں کرتی'' اس کے بعد میاں صاحب تو شرمندہ ہو کر رہ گئے اور وہ اٹھکر چل دی ☆ تذکرۃ الرشید ج ۲ ص ۲۴۲﴾

پس ماننا پڑے گا کہ کلمہ طیبہ کا مطلب سب کچھ اللہ سے ہونے کا یقین اور غیر اللہ کچھ نہ ہونے کا یقین رکھنا غلط ہے کیونکہ صوفیاء کی اصطلاح میں ایمان کے اس مفہوم کو'' لا فاعل الا اللہ'' سے تعبیر کیا جاتا ہے جو وحدۃ الوجود کی قسم سے ہے یہاں سوال یہ بھی پیدا ہوتا ہے کہ کیا قرآن وحدیث میں کسی جگہ کلمہ طیبہ کا یہ مفہوم

بیان کیا گیا ہے جو تبلیغی جماعت لوگوں کو بتاتی پھر رہی ہے؟ اسی طرح عاشق الٰہی بلند شہری کا ایک رسالہ جس کا عنوان ''چھ باتیں'' ہے اس میں تبلیغی جماعت کے مشہور چھ نمبروں کا بیان ہے چناچہ اس رسالہ میں کلمہ کا مطلب بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

﴿کلمہ کے مطلب میں اللہ تعالیٰ کو ہر جگہ حاظر وناظر جانے ☆ چھ باتیں صفحہ ۱۰﴾

جبکہ درحقیقت یہی عقیدہ اور نظریہ ''وحدۃ الوجود'' کے غلط اور باطل عقیدہ کی جڑ اور بنیاد ہے جو موجودہ دور کا کفر اکبر ہے نیز کیا کلمہ طیبہ کا معنی اللہ اور اسکے رسول کی منشاء کے خلاف بیان کرنا تحریف فی دین نہیں ہے؟

دوسرا قول: دین کیلئے محنت کی ضرورت ہے:

تبلیغی جماعت کا شاید ہی کوئی اجتماع ایسا ہوتا ہو جس میں اس بات کا بار بار اعادہ نہ کیا جاتا ہو کہ ''دین کیلئے محنت کی ضرورت ہے'' لیکن اسکے برخلاف جب ہم قرآن وحدیث کا مطالعہ کرتے ہیں تو وہاں ہمیں محنت نام کی کسی چیز کا کوئی ذکر نہیں ملتا محدثین کرام میں سے بھی کسی نے اپنی کسی کتاب میں دین کی محنت کے عنوان سے کوئی باب قائم نہیں کیا درحقیقت یہ ایک دوہری چال ہے جو تبلیغی جماعت کے اکابرین چل رہے ہیں ایک جانب جب یہ لوگ نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام کی سیرت کا تذکرہ کرتے ہیں تو آپ ﷺ کی دعوت وتبلیغ کو محنت سے تعبیر کرتے ہیں، اسی طرح صحابہ کرام کے ہجرت وسفر کو اور جہاد وقتال کو بھی محنت کے لفظ سے ذکر کرتے ہیں، اسی طرح جملہ عبادات ومعاملات کو بھی محنت کہا جاتا ہے اور تعلیم وتعلم کیلئے بھی صحابہ کرام کا نکلنا یا جمع ہونا بھی محنت قرار دیا جاتا ہے، جس طرح ساون کے اندھے کو ہر طرف ہرا ہی ہرا نظر آتا ہے اسی طرح تبلیغی جماعت کو نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام کی پوری زندگی میں کو بیان کرنے کیلئے بھی صرف ایک لفظ محنت ہی نظر آتا ہے مثال کے طور پر کتابچہ ''تبلیغی کام'' سے حضرت جی مولانا یوسف صاحبکے بعض فرمودات کا خلاصہ پیش خدمت ہے:

☆ ایک محنت ہے جو حضور ﷺ اور صحابہ کرام ؓ نے ایک خاص نقشہ کے ساتھ کی ہے، ہم

چاہتے ہیں کہ اس محنت کو ان کے طریقہ پر سیکھیں۔

☆ اب جو انسان محنت شروع کرے وہ یوں سمجھے کہ میری محنت ابتدائی شکل پر ہے، اس کو کرتے کرتے اس شکل پر پہنچنا ہے جو حضور ﷺ نے کی تھی۔

☆ ہر کام کرنے والے کو محنت کے اس انتہائی نقشہ کو سامنے رکھ کر وہاں تک پہنچنے کی نیت کرنی چاہیے۔

☆ جس ملک میں نظام چلانے کیلئے حکومتوں تک کی ہمت نہ پڑتی ہو اس ملک میں حضرت محمد ﷺ نے محنت کی۔

☆ حضرت محمد ﷺ نے مدینہ والوں کو کمائی کی چھٹی دینے کے بجائے اپنی پوری محنت اس دس سال میں کی اور کرائی اور دین کی محنت کا ایک ایسا نقشہ قائم کیا کہ انسانی زندگی میں جو تقاضے ہیں، گھر والوں کی پرورش دیکھ بھال، مال و دولت کمانے کا عمل، ان دونوں عملوں کو بار بار چھڑا کر دین کی محنت کے عمل کو آگے بڑھایا اور صحابہ کرام کو ایسی تربیت دی کہ جس وقت اللہ کے راستے میں نکلنے کو کہا جائے اور جتنوں کو کہا جائے اور جس وقت کہا جائے اور جہاں کیلئے کہا جائے سب تقاضوں کو چھوڑ کر نکل جائیں۔

جبکہ دوسری جانب جب اپنی جماعت کو محنت کا درس دیا جاتا ہے تو مراد گشت، چلے، شب جمعہ اور گھروں سے خروج ہوتا ہے ثبوت کے طور پر اکابرین کی جانب سے فرمودہ اصول سے یہ عبارت ملاحظہ فرمائیے لکھا ہے کہ:

❁ ہفتہ واری محنت کی ترتیب اس کلمہ نماز والی محنت کے زندہ ہونے کیلئے قائم کریں یعنی ہفتہ میں دو گشت کریں، ایک اپنے محلے میں اور ایک دوسرے محلے میں کریں۔

اس محنت کو ترتیب پر ڈالنے کیلئے ہر مقام پر آدمی تیار کئے جائیں، اپنے اپنے محلوں میں اس بات کی محنت کریں کہ لوگوں کا اس محنت کے کرنے کا ذہن بنایا جائے، ہر ہفتہ اجتماع (شب جمعہ) پر رات گذارنے کیلئے لوگ اکھٹے ہوں۔

اسی طرح محنت کی ماہانہ ترتیب قائم کی جائے، تین تین دن کیلئے جماعتیں بنا کر قرب وجوار میں بھیجی جائیں اور ہر ایک فرداپنا تین دن کا مہینہ میں نکلنے کا نظم بنائے۔

اسی طرح سالانہ محنت کی ترتیب قائم کی جائے اور سال میں چار ماہ اس محنت میں اپنے مشاغل سے باہر خرچ کئے جائیں اور اگر سال میں چار ماہ کی ہمت نہ ہوتو ہر چھٹے مہینے ایک چلہ کیلئے باہر نکلیں اور کم از کم تمام عمر میں ایک دفعہ تین چلے یک سوئی کے ساتھ اس محنت میں ضرور خرچ کریں تا کہ محنت کی تمام شقوں کے ساتھ مناسبت پیدا ہو اور اپنے مشاغل کے ساتھ یہ محنت جڑ کر چل سکے ☆ تبلیغی کام صفحہ ۴۱ ﴾

جیسا کہ ذکر کیا جاچکا کہ قرآن وحدیث میں اس قسم کی محنت کا کوئی تذکرہ نہیں البتہ اسکے بجائے سعی اور کوشش کا تذکرہ ملتا ہے جیسا کہ:

﴿ ومن أراد الآخرة وسعى لها سعيها وهو مؤمن فأولئك كان سعيهم مشكورا ☆ سورة الاسراء ١٩ ﴾

یعنی "تم میں سے جو آخرت کا ارادہ (یقین) رکھتا ہے اور اسکے لئے کوشش (عمل) کرتا ہے اور وہ مؤمن بھی ہو تو ایسے ہی لوگ ہیں جن کی کوشش کامیاب وقابل قبول ہے" اور ایک دوسرے مقام پر ہے کہ:

﴿ وأن ليس للانسان الا ما سعىٰ ☆ سورة النجم ٣٩ ﴾

یعنی "انسان کیلئے وہی ہے جس کی اس نے کوشش کی ہے" صاف ظاہر ہے کہ یہاں "سعی" سے مراد عمل صالح ہے اور عمل صالح بھی صرف اس وقت قبول ہے جب ایمان وعقیدہ صحیح ہو، عمل خالص اللہ کیلئے ہو اور سنت کے مطابق ہو جبکہ صوفیاء کے عمل میں تینوں ہی شرطیں مفقود ہیں کیونکہ ایمان وعقیدہ کے اعتبار ہر صوفی وحدۃ الوجود کا عقیدہ رکھتا ہے یا کم از کم وحدہ الوجود کا عقیدہ رکھنے والوں مثلاً ابن عربی اور منصور حلاج کو ولی اللہ ضرور مانتا ہے اور یہ دین کا اصول ہے کہ قیامت کے دن ہر شخص اسی کے ساتھ اٹھے گا جس کے ساتھ وہ دنیا میں عقیدت رکھتا تھا جیسا کہ اگر کوئی شخص غلام احمد قادنی کو نبی نہیں مانتا البتہ ولی اللہ یا دین کا ایک عالم مان کر اس کے ساتھ عقیدت رکھتا ہے تو قیامت کے دین بھی وہ غلام احمد قادیانی کے ساتھ ہی ہوگا اسی طرح تبلیغی

جماعت کے اکثر افراد وحدۃ الوجود کے عقیدے سے لاعلمی یا برأت کا اظہار کرتے ہیں لیکن تبلیغی جماعت کے اکابرین میں سے جو لوگ وحدۃ الوجود کا عقیدہ رکھتے ہیں ان کے ساتھ انکی دلی عقیدت بھی ہے اور انہیں بڑے بڑے القابات سے بھی نوازتے ہیں نیز تبلیغی جماعت کے اکابر صوفیاء کا آخرت پر ایمان بھی صحیح نہیں کیونکہ تمام صوفیاء جنت و دوزخ کی تضحیک کرتے ہیں جو کہ ایمان آخرت کا ایک لازمی جزو ہیں مثال کے طور پر تبلیغی جماعت کے فضائل اعمال کی یہ عبادت ملاحظہ ہو، زکریا صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ:

﴿ حضرت ممشاد دینوریؒ مشہور بزرگ ہیں جس وقت ان کا انتقال ہونے لگا تو کسی پاس بیٹھنے والے نے دعا کی کہ حق تعالیٰ شانہ آپ کو جنت کی فلاں فلاں دولت عطاء فرمائیں تو ہنس پڑے، فرمانے لگے تیس برس سے جنت اپنے سارے ساز و سامان کے ساتھ میرے سامنے ظاہر ہوتی رہی ہے ایک دفعہ بھی تو اللہ جل شانہ کی طرف سے نظر ہٹا کر ادھر توجہ نہیں کی اور حضرت رویمؒ کو انتقال کے وقت کسی نے کلمہ کی تلقین کی تو فرمانے لگے میں اسکے غیر کو اچھی طرح جانتا ہی نہیں ☆ فضائل ذکر ص ۱۸۴ ﴾

اسی طرح اکثر صوفیاء کے عمل میں اخلاص اور سنت کا التزام بھی مفقود ہے جس کا ثبوت یہ مندرجہ ذیل واقعہ میں موجود ہے چنانچہ فضائل اعمال میں زکریا صاحب لکھتے ہیں کہ:

﴿ محمد بن سماک فرماتے ہیں کہ کوفہ میں میرا ایک پڑوسی تھا اسکے ایک لڑکا تھا جو دن کو ہمیشہ روزہ رکھتا اور رات بھر نماز اور شوقیہ اشعار میں رہتا تھا۔ وہ سوکھ کر ایسا ہو گیا کہ صرف ہڈی اور چمڑہ رہ گیا۔ اسکے والد نے مجھ سے کہا تم ذرہ اسکو سمجھاؤ۔ میں ایک مرتبہ اپنے دروازے پر بیٹھا ہوا تھا۔ وہ سامنے سے گذرا۔ میں نے اسے بلایا وہ آیا اور سلام کر کے بیٹھ گیا میں نے کہنا شروع ہی کیا تھا کہ وہ کہنے لگا چچا شاید آپ محنت میں کمی کا مشورہ دیں گے۔ چچا جان میں نے محلے کے چند لڑکوں کے ساتھ یہ طے کیا تھا کہ دیکھیں کون شخص عبادت میں زیادہ کوشش کرے انھوں نے کوشش اور محنت کی اور اللہ کی طرف بلا لئے گئے جب وہ بلائے گئے تو بڑی خوشی اور سرور کے ساتھ گئے ان میں سے میرے سوا کوئی

باقی نہیں رہا۔ میرا عمل دن میں دومرتبہ ان پر ظاہر ہوتا ہوگا وہ کیا کہیں گے جب اسمیں کوتاہی پائیں گے۔ چچا جان ان نوجوانوں نے بڑے مجاہدے کیئے انکی محنتیں اور مجاہدے بیان کرنے لگا جن کو سن کر ہم لوگ متحیر رہ گئے اسکے بعد وہ لڑکا اٹھ کر چلا گیا تیسرے دن ہم نے سنا وہ بھی رخصت ہوگیا☆ فضائل نماز ص ۲۴ ﴾

یہاں مذکورہ نوجوان کا یہ جملہ اخلاص کے خلاف ہے کہ ''میرا عمل دن میں دومرتبہ ان پر ظاہر ہوتا ہوگا وہ کیا کہیں گے جب اسمیں کوتاہی پائیں گے'' یعنی یہ جملہ ظاہر کرتا ہے کہ اس صوفی نوجوان کا عمل صرف اللہ کیلئے خالص نہیں بلکہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ مقابلے کیلئے بھی تھا نیز ان صوفی نوجوانوں کا عمل یقینی طور پر سنت کے خلاف بھی تھا وگرنہ دین میں جہاد وقتال کے علاوہ کوئی ایسا عمل نہیں جسے غلو سے بچتے ہوئے اور سنت کے مطابق کیا جائے اور آدمی دنیا سے رخصت ہوجائے پس معلوم ہونا چاہیے کہ یہی وہ محنت اور مجاہدہ ہے جسکی طرف تبلیغی جماعت کے لوگ صبح شام ہرروز مسجد میں نمازوں کے بعد کھڑے ہوکر بلاتے ہیں اب جو لوگ ان کی اس پکار پر لبیک کہتے ہیں انھیں اپنی عاقبت کی خیر منانی چاہیے۔

تیسرا قول: کرتے کرتے سیکھنا اور سیکھتے سیکھتے کرنا:

تبلیغی جماعت پر جب یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ اس جماعت کے ساتھ جو لوگ نکل رہے ہیں انکا عالم ہونا تو دور کی بات وہ لوگ دین کی بنیادی چیزوں سے بھی واقف نہیں ہیں تو اسکا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ جو لوگ اس جماعت میں نکلتے ہیں ان کا اصل مقصد غیروں کی اصلاح نہیں بلکہ خود اپنی اصلاح ہے اس پر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر اس جماعت میں خروج کرنے والوں کا مقصد خود اپنی اصلاح ہے تو پھر اس کام کو انبیاء کا کام کیوں کہا جاتا ہے؟ اسکا جواب تبلیغی جماعت کی طرف سے یہ دیا جاتا ہے کہ ہم کرتے کرتے سیکھتے ہیں اور سیکھتے سیکھتے کرتے ہیں تبلیغی جماعت کی طرف سے یہ جواب ویسا ہی ہے جیسا کہ مسیحی حضرات کی جانب سے توحید الٰہی کا اقرار ہے یعنی ''ایک میں تین اور تین میں ایک'' یا مقلدین حضرات کی جانب سے یہ بیان ہے کہ ''اللہ تعالیٰ کی حکمت بالغہ نے امت مسلمہ کو چار اماموں کی تقلید پر جمع کردیا ہے'' اب ہمیں معلوم نہیں کہ

ریاضی کے قوانین میں وہ کونسا قانون ہے جس کے تحت ایک چیز کو چار میں تقسیم کرنے کو جمع کرنا کہا جاتا ہے یہ کلیہ مقلدین حضرات نے غالباً مسیحی حضرات سے ہی درآمد کیا ہے کیونکہ ارواح ثلاثہ کو توحید کہنا ان ہی کا خاصہ ہے اسی طرح تبلیغی جماعت کا یہ نعرہ بھی ایک معمہ ہے کہ ''کرتے کرتے سیکھنا اور سیکھتے سیکھتے کرنا'' کیونکہ تبلیغی جماعت کے بقول یہ جماعت لوگوں کا کلمہ اور نماز درست کرنے کیلئے نکلی ہے چنانچہ اسکے مخاطب لازمی طور پر وہ لوگ ہیں جو دین کا بنیادی علم بھی نہیں رکھتے تو ایسے لوگوں سے تبلیغی جماعت کے مبلغین حضرات کیا سیکھ سکتے ہیں؟ اور اگر اس سے مراد یہ ہے کہ یہ مبلغین حضرات ایک دوسرے سے سیکھتے ہیں تو پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایک دوسرے سے کیا سیکھتے ہیں اور کب سیکھتے ہیں؟ کیونکہ چلے پر نکلے ہوئے افراد کے اوقات اور معمولات پہلے سے متعین ہوتے ہیں، پڑھنے کیلئے نصاب متعین ہوتا ہے، سیکھنے کیلئے وضو اور غسل کے فرائض و مستحبات اور قرآن کی بعض سورتیں وغیرہ مخصوص ہیں ایسی صورت میں آدمی نیا کیا سیکھ سکتا ہے اور کتنا سیکھ سکتا ہے یعنی خروج کے زمانے میں سفر کی صعوبتوں، تنگی وقت اور سفر خرچ کے عوض جو سیکھا جائیگا وہ نہ ہونے کے برابر ہوگا پس سیکھتے سیکھتے کرنا اور کرتے کرتے سیکھنا محض ایک ڈھکوسلے سے زیادہ کچھ نہیں ہے نیز تبلیغی جماعت کے اکابرین کے نزدیک علم صرف فضائل کی تعلیم کا نام ہے مثال کے طور پر حضرت جی مولانا یوسف صاحب کی ایک اجتماع میں نکلنے والوں کیلئے یہ ہدایت ملاحظہ ہو فرماتے ہیں کہ:

> ﴿ دعوت کے بعد دوسرا کام تعلیم کا ہے، جب تعلیم کیلئے بیٹھیں تو ادب سے بیٹھیں، دل رسول اللہ ﷺ کے لائے ہوئے علم کی عظمت سے دبا ہوا ہو، فضائل کا مذاکرہ ہو، حضور ﷺ کی تعلیم فرمائی ہوئی دعائیں یاد کی جائیں اور جو وقت دعوت و تعلیم سے خالی ہو اور کوئی دوسرا ضروری کام بھی اس وقت نہ ہو تو اس میں نوافل پڑھیں جائیں یا قرآن مجید کی تلاوت کی جائے یا ذکر و تسبیح میں مشغول رہا جائے یا اللہ کے کسی بندہ کی خدمت کی جائے
>
> ☆تبلیغی کام (مولانا محمد الیاس اور مولانا محمد یوسف کے فرمودہ بنیادی اصول) صفحہ ٦٩ ﴾

چوتھا قول: ہم لوگوں میں جوڑ کرنے کیلئے نکلے ہیں:

تبلیغی جماعت کے نعروں میں سے یہ بھی ایک دلفریب نعرہ ہے جسکے دام فریب میں اکثر مسلمان آجاتے ہیں نیز جو شخص یا جماعت بھی تبلیغی جماعت کے نصاب یا طریقہ کار پر تنقید کرے تو اسکا دوٹوک جواب تبلیغی حضرات کی جانب سے یہی دیا جاتا ہے کہ ''ہم لوگوں میں جوڑ کرتے ہیں تم توڑتے ہو'' اسی جوڑ کی تلقین کرتے ہوئے حضرت جی مولانا یوسف صاحب کی آخری تقریر کے حوالے سے نقل کیا گیا ہے کہ:

﴿ایک حدیث کا مضمون ہے کہ قیامت میں ایک آدمی لایا جائے گا جس نے دنیا میں نماز، روزہ، حج، تبلیغ سب کچھ کیا ہوگا مگر وہ عذاب میں ڈالدیا جائے گا کیونکہ اسکی کسی بات نے امت میں تفریق ڈالی ہوگی، اس سے کہا جائیگا پہلے اپنے اس ایک لفظ کی سزا بھگت لے جس کی وجہ سے امت کو نقصان پہنچا اور ایک دوسرا آدمی ہوگا جس کے پاس نماز، روزہ اور حج وغیرہ کی بہت کمی ہوگی اور وہ اللہ کے عذاب سے بہت ڈرتا ہوگا مگر اسکو بہت ثواب سے نوازا جائیگا وہ خود پوچھے گا کہ یہ کرم میرے کس عمل کی وجہ سے ہے اسکو بتایا جائیگا کہ تو نے فلاں موقع پر ایک بات کہی تھی جس سے امت میں پیدا ہونے والا ایک فساد رک گیا تھا اور بجائے توڑ کے جوڑ پیدا ہو گیا تھا یہ سب تیرے اسی ایک لفظ کا صلہ اور ثواب ہے ☆تبلیغی کام (مولانا محمد الیاس اور مولانا محمد یوسف کے فرمودہ بنیادی اصول) صفحہ ۵۳﴾

ہمیں حضرت جی کی بیان کردہ اس حدیث سے اتفاق ہے مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس حدیث میں جوڑ کرنے والے کا مصداق کیا تبلیغی جماعت ہے؟ اور توڑ کرنے والے کا مصداق تبلیغی جماعت کے مخالفین ہیں یا نہیں؟ اسکے لئے ہم نبی کریم ﷺ کے بعثت کے وقت اور مقام پر چلتے ہیں تا کہ ہمیں اسوۂ رسول ﷺ سے اس سوال کا جواب مل جائے، جس وقت نبی کریم ﷺ کی بعثت بحیثیت ایک رسول اور نبی ہوئی اس وقت مکہ مکرمہ کے رہنے والے اسماعیل علیہ السلام کی امت تھے اور ان میں مذہبی اعتبار سے کوئی تفرقہ نہ تھا لیکن جب نبی کریم ﷺ نے دعوت و تبلیغ کا آغاز کیا تو اسماعیل علیہ السلام کی یہ امت دو فرقوں میں بٹ گئی ایک فرقہ نبی کریم ﷺ کا حامی و مددگار بن گیا جبکہ دوسرا فرقہ آپ ﷺ اور اسلام قبول کرنے والوں کا جانی دشمن بن گیا اب کیا اسکا مطلب یہ لیا جائے گا کہ معاذ اللہ نبی کریم ﷺ نے ایک امت میں تفرقہ ڈال دیا؟ صاف ظاہر

ہے کہ نہیں یعنی اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ تفرقہ جو حق و باطل کی بنیاد پر پیدا ہو وہ تفرقہ مذموم نہیں بلکہ مطلوب ہے جبکہ وہ تفرقہ جو لسانی، علاقائی اور نسلی بالا دستی کی بنیاد پر ہو وہ مذموم ہے اب جو اہل علم تبلیغی جماعت پر تنقید کرتے ہیں تو کیا ان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ لسانی یا علاقائی یا نسلی بنیاد پر لوگوں کو اس جماعت سے الگ کیا جائے یا یہ مقصد ہوتا ہے کہ لوگوں کے تبلیغی جماعت میں شامل ہونے سے جو دنیاوی فوائد اس جماعت کو ہو رہے وہ فوائد ہمیں حاصل ہو جائیں اگر ایسا نہیں اور یقیناً ایسا نہیں تو پھر تبلیغی جماعت پر تنقید کرنے والوں کو تفرقہ پیدا کرنے اور توڑ کرنے کا الزام دینا یقیناً درست نہیں ہے نیز تبلیغی جماعت کا یہ دعویٰ بھی محل نظر ہے کہ ہم امت میں جوڑ پیدا کرتے ہیں معلوم ہونا چاہیے کہ جوڑ دو قسم کا ہوتا ہے ایک وحدت امت اور دوسرا وحدت ادیان اور اتحاد امت ایک مطلوب و مقصود چیز ہے جبکہ وحدت ادیان ایک مذموم شئے ہے لیکن تبلیغی جماعت نو عمر اور کم علم افراد ان دونوں کے مابین پائے جانے والے فرق کو سمجھنے سے قاصر ہیں۔

وحدت امت یا جوڑ کیلئے دو افراد یا جماعتوں کے درمیان تین شرائط کا پایا جانا ضروری ہے اور اگر یہ شرائط یا ان میں سے کوئی ایک شرط بھی ناپید ہو تو یہ اتحاد یا جوڑ وحدت امت نہیں بلکہ وحدت ادیان قرار پائے گا خواہ بظاہر دونوں اشخاص یا جماعتیں ایک ہی کلمہ پڑھنے والی ہوں اور ایک ہی نبی کا امتی کہلانے کا دعویٰ رکھتی ہوں اتحاد امت کی یہ تین شرائط مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ دونوں گروہوں کے عقائد صحیح ہوں اور عقائد میں اختلاف نہ ہو یہاں صحیح عقیدہ سے مراد وہ عقیدہ ہے جو صحابہ کرام سے ثابت ہو اور ہر وہ عقیدہ جو صحابہ کرام سے ثابت نہ ہو باطل عقیدہ ہے مثلاً وحدۃ الوجود یا وحدۃ الشہود کا عقیدہ صوفیہ کا عقیدہ ہے جو صحابہ کرام سے ثابت نہیں ہے اب جو اہل علم اس عقیدہ کے مفاسد کو جانتے ہیں وہ اگر صوفیاء کے ساتھ یا صوفیاء سے اندھی عقیدت رکھنے والوں کے ساتھ ملکر دین کا کام کریں تو اس اتحاد کو اتحاد امت نہیں کہا جائے گا۔

۲۔ دونوں گروہوں میں سے کوئی بدعتی نہ ہو کیونکہ بدعتی کے ساتھ اتحاد کا مطلب اسکی بدعت کو تسلیم کر لینے کے مترادف ہے اور نبی کریم ﷺ کے ایک فرمان کے مطابق

''جس نے اہل بدعت کی توقیر کی اس نے اسلام کومنہدم کرڈالا''یعنی اہل بدعت کے ساتھ اتحاد کرنے کے بجائے اختلاف کر کے انکی تردید کرنا زیادہ ضروری ہے کیونکہ اہل بدعت اہل سنت سے خارج ہیں،معروف دیوبندی عالم مولانا اشرف علی تھانوی صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ:

﴿جو شخص عقائد میں یا اجمالیات میں صحابہ کرام کی مخالفت کرے یا سلف صالحین کو برا کہے وہ اہل سنت والجماعت سے خارج ہے کیونکہ اہل سنت والجماعت وہ ہیں جو عقائد میں صحابہ کرام کے طریقہ پر ہوں ☆الاقتصاد فی التقلید والاجتہاد صفحہ ۸۹﴾

اور معلوم ہونا چاہیے کہ احناف خود صحابہ کرام کے عقیدہ پر نہیں بلکہ ابومنصور ماتریدی کے عقیدہ پر ہیں اسکا اعتراف ایک بہت بڑے دیوبندی عالم مولانا خلیل احمد سہارنپوری نے ان الفاظ میں کیا ہے لکھتے ہیں کہ:

﴿ جاننا چاہیے کہ ہم اور ہمارے مشائخ اور ہماری ساری جماعت بحمداللہ فروعات میں مقلد ہیں مقتدائے خلق حضرت امام الھمام امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے ،اوراصول و اعتقادیات میں پیرو ہیں امام ابوالحسن اشعری اورامام ابومنصور ماتریدی رضی اللہ عنہما کے ،اور طریقہائے صوفیہ میں ہم کو انتساب حاصل ہے سلسلہ عالیہ حضرات نقشبندیہ، اور طریقہ زکیہ مشائخ چشت اور سلسلہ بہیہ حضرات قادریہ اور طریقہ مرضیہ مشائخ سہروردیہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ ☆ المھند علی المفند یعنی عقائد علمائے اہل سنت دیوبند ص ۲۹،۳۰ ﴾

۳۔ دونوں میں سے کوئی بھی دین کی بنیادی اساس یعنی قرآن وحدیث کے کسی جزو یا کل کا نظری یا عملی منکر نہ ہو مثلاً اگر کوئی اہل سنت شیعہ یا منکرین حدیث کے ساتھ دینی اعتبار کے ساتھ اتحاد کرتا ہے تو یہ اتحاد امت نہیں ہوگا۔

مندرجہ بالا شرائط کی روشنی میں اگر ہم تبلیغی جماعت کے دعویٰ اتحاد یا جوڑ کا جائزہ لیں تو ہم دیکھتے ہیں

کہ اس جماعت کے نصاب میں عقائد کا سرے سے کوئی باب ہی نہیں ہے اور یہی نہیں بلکہ قرآن جو بنیادی طور پر عقیدہ کی کتاب ہے اسکی تعلیم بھی ممنوع ہے اسی طرح حدیث کی تعلیم کا کوئی اہتمام نہیں صرف وہی آیات واحادیث بار بار لوگوں کو پڑھکر سنائی جاتی ہیں جوفضائل اعمال میں لکھی ہیں، معلوم ہونا چاہیے کہ ہر وہ جماعت جوقرآن وحدیث کے بجائے کسی بھی عالم کی لکھی ہوئی کسی ایسی کتاب کو اپنی مجالس اور اجتماعات میں پڑھتی پڑھاتی ہے جس سے دوسرے مسلمانوں کو اتفاق نہیں وہ امت میں تفرقہ پیدا کرتی ہے خواہ اس کتاب میں قرآن کی کتنی ہی آیات اور احادیث کا کتنا ہی ذخیرہ کیوں نہ ہو مثال کے طور پر اگر تبلیغی جماعت کے فضائل اعمال کو دیوبندیوں ہی کے دینی بھائی بریلویوں کی خدمت میں پیش کیا جائے اور ان سے کہا جائے کہ اس میں قرآن وحدیث ہے لہذا اپنی مجالس اور اجتماعات میں آپ یہ کتاب پڑھکر سنائیں تو کیا بریلوی اس بات کو گوارا کریں گے یا اگر تبلیغی حضرات سے کہا جائے کہ بریلویوں کی کتاب فیضان سنت میں قرآن وحدیث ہے لہذا آپ حضرات فضائل اعمال کی جگہ کبھی کبھی فیضان سنت کا بھی درس دیدیا کریں تو کیا یہ بات تبلیغی حضرات کو گوارا ہوگی؟ صاف ظاہر ہے کہ نہیں لیکن اگر اسکے بجائے یہ کہا جائے کہ قرآن وحدیث کا درس لیا کرو تو اس سے کسی بھی مسلمان کو انکار کی جرأت نہیں ہوگی البتہ یہ علیحدہ بات ہے کہ اس بے چارے کو قرآن وحدیث کے علم پر اسکے مولوی نے اتنا ڈرادیا ہو کہ وہ چاہنے کے باوجود درس میں بیٹھنے کی جرأت نہ کرسکے، پس معلوم ہوا کہ ہر وہ جماعت جوقرآن وحدیث کو چھوڑ کر کسی دوسری کتاب کا درس دے وہ امت میں اتحاد نہیں بلکہ فرقہ پیدا کررہی ہے اسی طرح ہر وہ جماعت جو نبی کریم ﷺ کو رسول اور امام مان کر آپ ﷺ کی پیروی کا حکم دینے کے بجائے کسی امتی کو اپنا امام اور دینی پیاس بجھانے والا کنواں قرار دے وہ بھی فرقہ ہے، پس تبلیغی جماعت کا یہ دعویٰ کہ ''ہم لوگوں میں جوڑ کرنے کیلئے نکلے ہیں'' محض جھوٹ اور دھوکے کے سوا کچھ نہیں ہے۔

پانچواں قول: صحابہ کرام نے پہلے ایمان سیکھا پھر قرآن:

تبلیغی جماعت پر جب یہ اعتراض کیا جاتا ہے یا سوال کیا جاتا ہے کہ یہ لوگ قرآن کی تعلیم کا اہتمام کیوں نہیں کرتے؟ تو جماعت کی جانب سے اسکا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ ''صحابہ کرام نے پہلے ایمان سیکھا پھر

قرآن سیکھا'' یہی سبب ہے کہ چلے پر جانیوالے تبلیغی جماعت کے کارکنان کو حضرت جی مولانا یوسف صاحب کی جانب سے یہ کڑی ہدایت ہے کہ:

﴿اس نکلنے کے زمانے میں بس چار کاموں میں اپنے آپ کو مشغول رکھنا ہے، سب سے پہلی چیز ہے، ایمان ویقین کی اور ایمان والے اعمال کی دعوت دینا، اس دعوت کیلئے عمومی گشت ہونگے اور خصوصی گشت ہوں گے، دعوت کے بعد دوسرا کام تعلیم کا ہے☆تبلیغی کام (مولانا محمد الیاس اور مولانا محمد یوسف کے فرمودہ بنیادی اصول) صفحہ ٦٧﴾

تبلیغی جماعت میں تعلیم کسے کہتے ہیں اور تعلیم کس چیز کی ہوگی اسکی وضاحت کرتے ہوئے ایک دوسرے مقام ''تعلیم کا مفہوم'' کے عنوان کے تحت یہ عبارت درج ہے لکھتے ہیں کہ:

﴿تعلیم کا مفہوم فضائل کا توجہ اور شوق کے ساتھ سننے اور بار بار سنتے رہنے کے ذریعہ اپنے دین اور اسکے اعمال کے انہماک واشتغال کا وہ ذوق وشوق پیدا کرنا ہے جو اسکے صحیح طریقہ پر سیکھنے کی طرف مفضی ومحرک ہو، نہ حفظ مقصود ہو نہ اپنے فہم پر اعتماد صرف فضائل کی کثرت مزاولت کے ذریعے ان اعمال کا پوری طرح شوق اپنے میں پیدا کر کے اپنے فارغ اوقات میں اہل علم سے اسکے سیکھنے اور استفادہ کی عادت پڑے۔

فضائل اعمال کے علاوہ حج کے زمانے میں فضائل حج کا اہتمام مزید بڑھا لیا جائے، البتہ شخصی طور پر حسب استعداد وذوق کتب وحدیث وفقہ وسیرت اور حضرت مولانا الیاسؒ صاحب کی سوانح اور ملفوظات وغیرہ اپنے ذاتی مطالعہ میں رکھی جائیں☆تبلیغی کام (مولانا محمد الیاس اور مولانا محمد یوسف کے فرمودہ بنیادی اصول) صفحہ ٤٥، ٤٦﴾

تبلیغی جماعت کے اکابرین کے ان فرمودات سے یہ نتیجہ برامد ہوتا ہے کہ ''ایمان ویقین اعمال سے پیدا ہوتا ہے اور اعمال کا شوق فضائل کی تکرار سے پیدا ہوتا ہے'' یہی سبب ہے کہ تبلیغی جماعت کے ارکین برملا یہ کہتے ہیں کہ ''صحابہ کرام نے پہلے ایمان سیکھا پھر قرآن'' یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر ایمان اعمال سے پیدا ہوتا ہے تو پھر وہ صحابہ کرام جو مکی زندگی میں مسلمان ہوئے انھوں نے ایمان کہاں سے سیکھا کیونکہ مکی

زندگی میں تو نہ شرعی احکامات تھے اور نہ انکے فضائل جن پر عمل کر کے ایمان سیکھا جاتا نیز تبلیغی جماعت کے لوگ یہ باور کرانے کی کوشش کرتے ہیں کہ قرآن ایمان سیکھنے کے بعد سیکھا جائیگا حالانکہ جو لوگ تبلیغی جماعت میں پوری عمر گزار چکے ہیں وہ بھی قرآن سے اتنے ہی جاہل ہوتے ہیں جتنا کہ تبلیغی جماعت میں نئے شامل ہونے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس جماعت کا یہ دعویٰ کہ پہلے ایمان سیکھو پھر قرآن محض ایک فریب ہے نیز قرآن سے معمولی سی بھی واقفیت رکھنے والا ہر شخص یہ جانتا ہے کہ قرآن بنیادی طور پر عقیدہ کی کتاب ہے کیونکہ قرآن کریم تین چوتھائی حصہ صرف ایمانیات کے مضامین پر مشتمل ہے جبکہ احکامات کا حصہ نہایت ہی قلیل ہے اس اعتبار سے قرآن چھوڑ کر دیگر کسی چیز سے ایمان سیکھنا قرآن کے ساتھ کفر کرنے کے مترادف ہے جس سے ایمان ویقین کے بجائے گمراہی کے سوا اور کچھ حاصل نہیں ہوسکتا نیز ایمان ویقین کیا ہے اسکی تعریف ایک مرسل حدیث نبوی ﷺ میں اسطرح بیان ہوئی ہے کہ:

﴿ عن ابی فراسؓ قال قال رسول اللہ ﷺ سلونی عماشئتم فنادی رجل یارسول اللہ ماالاسلام قال اقام الصلاۃ وایتاء الزکاۃ قال فما الایمان قال الاخلاص قال فما الیقین قال التصدیق ☆ رواہ البیھقی ﴾

یعنی ''ابی فراسؓ فرماتے ہیں ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو پوچھنا چاہتے ہو پوچھو پس ایک شخص نے دریافت کیا اے اللہ کے رسول ﷺ اسلام کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا نماز قائم کرنا اور زکواۃ دینا، پھر پوچھا ایمان کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا اخلاص، پھر پوچھا یقین کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا تصدیق'' یہ حدیث سند کے اعتبار سے مرسل ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے البتہ جامع ہے جبکہ دیگر متفرق صحیح احادیث سے اسکے مضمون کی تصدیق بھی ہوتی ہے اسکے بالمقابل تبلیغی جماعت کے نزدیک ایمان کا مطلب ہے ''لا فاعل الا اللہ'' اور یقین کا مطلب ہے ''لا مقصود الا اللہ'' اسکی تفصیل اور ثبوت یہ عبارت ہے کہ:

﴿ کلمہ اور نماز پر محنت کی جتنی شکلیں اختیار کی جائیں گی، دعوت کے ذریعہ، تعلیم کے ذریعہ، فضائل ومسائل کے ذریعہ، ذکر کے ذریعہ، ان سب میں محض اللہ ہی کے راضی کرنے کو

نیت بنایا جائیگا اور جو فوائد و منافع دنیا و آخرت کے بتائے جا رہے ہیں یقین تو انکا کیا جائیگا لیکن نیت ان کی نہیں کی جائیگی اور یہ باتیں حاصل ہی جب ہونگی جب یقین اپنی حدود میں رہے اور اخلاص اپنی حدود میں رہے، یقین کے زور میں آ کر اخلاص نہ کھو بیٹھیں یعنی اجور کے ملنے کی نیت بنالیں اور اخلاص کے زور میں آ کر یقین کی مایہ نہ کھو بیٹھیں یعنی ہم تو اللہ کو راضی کرنے کو کر رہے ہیں معلوم نہیں یہ سب کچھ ملے گا یا نہیں ☆ تبلیغی کام صفحہ ۳۷

صوفیاء کے نزدیک کسی مسلمان کیلئے جنت کی خواہش رکھنا اور اس کیلئے عمل کرنا اور جہنم سے خوف رکھنا اور اسکے لئے اللہ کی نافرمانی کو ترک کرنا جائز نہیں ہے بلکہ ہر عمل جنت و جہنم کے وجود کو تسلیم کرتے ہوئے جنت کے لالچ اور جہنم کے ڈر کے بغیر صرف اللہ کی رضا کیلئے کرنے کو لا مقصود الا اللہ کہا جاتا ہے اور تبلیغی جماعت والے اسے یقین سے تعبیر کرتے ہیں اور ایسے ہی ایک صوفی کا ذکر کرتے ہوئے زکریا صاحب فضائل اعمال میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

حضرت ممشاد دینوریؒ مشہور بزرگ ہیں جس وقت ان کا انتقال ہونے لگا تو کسی پاس بیٹھنے والے نے دعا کی کہ حق تعالیٰ شانہ آپ کو جنت کی فلاں فلاں دولت عطاء فرمائیں تو ہنس پڑے، فرمانے لگے تیس برس سے جنت اپنے سارے ساز و سامان کے ساتھ میرے سامنے ظاہر ہوتی رہی ہے ایک دفعہ بھی تو اللہ جل شانہ کی طرف سے نظر ہٹا کر ادھر توجہ نہیں کی ☆ فضائل ذکر ص ۱۸۴

ان صوفیوں کو جو جنت نظر آتی ہے اسکے جھوٹ کا پردہ چاک کرنے کیلئے صرف یہی حدیث کافی ہے جس میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ”جنت ایسی چیز ہے جسے نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی کے دل کیلئے اسکا تصور بھی ممکن ہے“ مذید برآں صحابہ کرام نے کبھی جنت کو دیکھنے کا دعویٰ نہیں کیا لیکن اسکے باوجود وہ جنت کی خواہش اور آرزو رکھتے ہیں اور اسکو اخلاص کے خلاف نہیں سمجھتے جبکہ یہ صوفی اپنے تئیں جنت کو دیکھتے بھی ہیں پھر بھی جنت کی خواہش نہیں رکھتے بلکہ جنت کی خواہش اور جہنم کے خوف کو اخلاص کے خلاف جانتے ہیں اس سے ثابت ہوتا ہیکہ صحابہ کرام نے ایمان و یقین کی تعلیم قرآن سے حاصل کی تھی جبکہ

صوفیاء نے ایمان ویقین یونانی منطق وفلسفہ کی روشنی میں تیار کئے جانے والے خودساختہ فضائل اورغیر مسنون اذکار سے حاصل کیا ہے،قرآن میں جنت اور جہنم کا تذکرہ اورایمانیات کی تعلیم ہرجگہ ساتھ ہیں یہی سبب ہے تمام سلف صالحین جنت کی طلب اور جہنم سے پناہ مانگتے تھے نیز محدثین کرام نے بھی اپنی کتب احادیث میں جنت کی طلب اور جہنم سے پناہ مانگنے کے ابواب قائم کئے ہیں پس معلوم ہوا کہ تبلیغی جماعت کا یہ دعویٰ کہ ’’صحابہ کرام نے پہلے ایمان سیکھا پھر قرآن‘‘ قطعی طور پر جھوٹ اور دھوکا ہے اور صحیح بات یہ ہے کہ صحابہ کرام نے ایمان قرآن سے ہی سیکھا نیز خود نبی کریمﷺ کی سیرت بھی قرآن ہی کی عملی صورت تھی اس اعتبار سے جو تعلیم وتربیت صحابہ کرام نے نبی کریمﷺ سے حاصل کی وہ بھی درحقیقت قرآن ہی کی تعلیم تھی۔

چھٹا قول: ذکر کے بغیر علم گمراہی ہے:

’’علم‘‘ کے معنی ہوتے ہیں کسی چیز کو جاننا، پہچاننا،محسوس کرنا،اس شئے کی حقیقت کاادراک کرنا یا یقین حاصل کرنا اور کسی شئے کا گہرا اور پختہ علم رکھنے والے کو عالم کہا جاتا ہے جبکہ شریعت کی اصطلاح میں عالم اسے کہا جاتا ہے جو قرآن وحدیث کا خاطر خواہ علم رکھتا ہو اور ایسے ہی اہل علم حضرات کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

﴿ انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء ☆فاطر ۲۸﴾

یعنی ’’بے شک اللہ سے سب سے زیادہ ڈرنے والے علماء ہیں‘‘ اور ایک دوسرے مقام پر اہل علم کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ:

﴿ قل ھل یستوی الذین یعلمون والذین لایعلمون☆الزمر۹﴾

یعنی ’’کہو کیا علم والے اور علم نہ رکھنے والے برابر ہیں‘‘ پس معلوم ہوا کہ علم کے ساتھ ذکر کی شرط لگانے کی کوئی شرعی حیثیت نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے اہل علم ہی کو اہل ذکر فرمایا ہے جس کا حوالہ انشاءاللہ آگے سطور میں آرہا ہے لیکن زکریا صاحب تبلیغی جماعت پر بعض اعتراضات کا جواب دیتے ہوئے ایک مقام پر ذکر کے بغیر علم کی گمراہی کا ثبوت دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

﴿علم صرف جاننے کا نام نہیں، دیکھو یہود اپنی شریعت اور آسمانی علوم کے کیسے عالم تھے کہ حضور اقدس ﷺ کے نائبوں کے نائبوں تک کے حلیے اور نقشے حتیٰ کہ ان کے جسم کے تل کے متعلق بھی ان کو علم تھا لیکن کیا ان باتوں کے صرف جاننے نے ان کو کوئی فائدہ دیا☆ جماعت تبلیغ پر اعتراضات کے جوابات صفحہ ۱۵﴾

زکریا صاحب کا یہودیوں کے طرز عمل سے یہ استدلال بعض وجوہات کی بناء پر درست نہیں کیونکہ:

اولاً: اسلئے کہ تمام یہودی عالم نہیں تھے، اگر یہودی علماء اپنے علم کی رکاوٹ کے سبب ایمان نہیں لائے تو پھر غیر عالم اور عامی افراد ایمان کیوں نہیں لائے۔

ثانیاً: سورۃ النحل میں قرآن نے یہودی علماء کو اہل ذکر کہا ہے اسلئے یہ کہنا غلط ہے کہ اگر یہودی اہل علم ہونے کے ساتھ ساتھ اہل ذکر بھی ہوتے تو گمراہی میں نہ پڑتے۔

ثالثاً: تبلیغی جماعت کے مبلغین اور اکابرین علم وذکر پر بڑا زور دیتے ہیں اور اسکے لئے باقاعدہ مجالس ومحافل منعقد کرتے ہیں لیکن کیا یہ علم وذکر ان حضرات کو قبول حق پر امادہ کر پاتا ہے؟ اور کیا یہ لوگ اپنے اور اپنے اکابرین کے غلط اقوال واعمال کی ہر جائز وناجائز طریقہ پر تاویل کرنے کی کوشش نہیں کرتے؟

''ذکر'' کے معنی ہوتے ہیں کسی چیز کو محفوظ کر لینا، کسی بات کا دل میں حاضر کر لینا اسکے مقابل جو لفظ آتا ہے وہ ''نسی'' ہے جسکے معنی ہیں بھلا دینا لہذا ''ذکر'' کے معنی ہوئے کسی بات یا چیز کو یاد رکھنا اس اعتبار جو چیز یاد دہانی کا موجب ہو اسکو بھی ذکر کہہ دیا جاتا ہے، جیسا کہ یہ لفظ قرآن کریم میں متعدد مقامات پر استعمال ہوا ہے مثلاً ایک مقام پر وحی کو ذکر کہا گیا، ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

﴿ **او عجبتم ان جاء کم ذکر من ربکم علی رجل منکم**

لینذرکم ولتتقوا ولعلکم ترحمون ☆ الاعراف ٦٣ ﴾

یعنی'' کیاتم اسی بات پر تعجب کرتے ہو کہ تم ہی میں سے ایک شخص پر ذکر نازل ہوا تا کہ وہ خبردار کرے اور متقی بنائے تم کو تا کہ تم پر رحم کیا جائے'' اور ایک مقام پر ذکر کو نصیحت کہا گیا، ارشاد ہوا کہ:

﴿ مایاتیھم من ذکر من ربھم محدث الااستمعوہ وھم یلعبون ☆ الانبیاء۲ ﴾

یعنی''ان کی جانب ان کے رب کی طرف سے جو بھی نیا ذکر آتا ہے یہ اسکا کھیل بنالیتے ہیں'' اور ایک مقام پر قرآن کریم کو ذکر کہا گیا، ارشاد ہوا کہ:

﴿ وھذا ذکر مبارک انزلنہ افانتم لہ منکرون ☆ الانبیاء ٥٠ ﴾

یعنی''اس برکت والے ذکر کو ہم نے نازل کیا ہے کیا تم پھر بھی اسکا انکار کرتے ہو'' اور ایک جگہ جمعہ کے خطبہ کو ذکر کہا گیا، ارشاد ہوا کہ:

﴿ یا ایھا الذین امنوا اذا نودی للصلواۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الی ذکر اللہ وذروا البیع ذالکم خیر لکم ان کنتم تعلمون ☆ الجمعۃ ٩ ﴾

یعنی'' اے ایمان والو! جمعہ کے دن اذان دے دی جائے تو تم اللہ کے ذکر کی طرف دوڑ جاؤ اور خرید وفروخت چھوڑ دو یہ تمہارے حق میں بہت بہتر ہے اگر تم جانتے ہو'' اور ایک مقام پر دین وشریعت کو ذکر سے تعبیر کیا گیا، ارشاد ہوا کہ:

﴿ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحفظون ☆ الحجر ٩ ﴾

یعنی''ہم نے اسی ذکر کو نازل کیا اور ہم ہی اسکی حفاظت کرنے والے ہیں'' اور ایک مقام پر اہل علم کو اہل ذکر کہا گیا، ارشاد ہوا کہ:

﴿ وما ارسلنا من قبلک الارجالا نوحی الیھم فسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون ☆ النحل ٤٣ ﴾

یعنی'' آپ ﷺ سے قبل بھی ہم مردوں ہی کو بھیجتے رہے ہیں جن کی جانب وحی کی جاتی تھی پس اگر

تم نہیں جانتے تو اہل ذکر سے دریافت کرلو ‘‘ اور ایک مقام پر نماز کو ذکر کہا گیا، ارشاد ہوا کہ:

﴿ **اننی انا اللّٰہ لا الہ الا انا فاعبدنی واقم الصلواۃ لذکری** ☆ **طہ ١٤** ﴾

یعنی’’ بے شک میں ہی اللہ ہوں میرے سوا عبادت کے لائق کوئی نہیں پس میری عبادت کرو اور میرے ذکر کیلئے نماز قائم کرو‘‘ قرآن کی ان تمام آیات سے معلوم ہوا کہ لفظ’’ذکر‘‘ اپنے اندر بہت وسیع مفہوم رکھتا ہے اس لئے ذکر سے ورد مراد لینا صحیح نہیں کیونکہ احادیث اور سلف کا عمل اسکے مطابق نہیں ملتا بلکہ یہ بدعتی صوفیوں کا طریقہ ہے جیسا کہ زکریا صاحب لکھتے ہیں کہ:

﴿ ذکر تصوف کا اصل اصول ہے اور تمام صوفیہ کے سب طریقوں میں رائج ہے جس شخص کیلئے ذکر کا دروازہ کھل گیا اسکے لئے اللہ جل شانہ تک پہنچنے کا دروازہ کھل گیا اور جو اللہ جل شانہ تک پہنچ گیا وہ جو چاہتا ہے پاتا ہے کہ اللہ جل شانہ کے پاس کسی چیز کی کمی نہیں ہے ☆ فضائل ذکر ص ٦١ ﴾

اور صوفیاء کے نزدیک ذکر کی جو تعریف ہے اسکے مطابق طوطے کی طرح رٹنا ذکر ہے ثبوت کے طور پر فضائل اعمال کی یہ عبارت ملاحظہ فرمائیے زکریا صاحب لکھتے ہیں کہ:

﴿ اللہ جل جلالہ، عم نوالہ کے پاک نام میں جو برکت، لذت، حلاوت سرور اور طمانیت ہے وہ کسی ایسے شخص سے مخفی نہیں جو کچھ دن اس پاک نام کی رٹ لگا چکا ہو ☆ فضائل ذکر ص ٥ ﴾

اور یقیناً یہی سبب ہے کہ زکریا صاحب نے سورۃ القمر کی ایک آیت کا قصداً غلط ترجمہ کر کے قرآن کا مقصد نزول رٹنا بیان کیا ہے، چنانچہ فضائل اعمال میں وہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

﴿ حق تعالیٰ شانہ نے اسکے یاد ہوجانے کو سورہ القمر میں بطور احسان کے ذکر فرمایا اور بار بار اس پر تنبیہ فرمائی ’’ولقد یسرنا القرآن للذکر فھل من مدکر‘‘ کہ ہم نے کلام پاک کو حفظ کرنے کیلئے سہل کر رکھا ہے کوئی ہے حفظ کرنے والا ☆ فضائل قرآن ص ٦٢ ﴾

جبکہ اللہ تعالیٰ قرآن کا مقصد نزول بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ:

﴿ کتاب انزلناہ الیک مبارک لیدبروا آیاتہ ولیتذکر اولوا الالباب ☆ سورۃ ص ۲۹ ﴾

یعنی ''یہ مبارک کتاب اسلئے نازل کی گئی ہے تا کہ تمام اس میں غور وفکر کریں اور اہل دانش اسکے ذریعہ سے نصیحت حاصل کریں'' یہاں اس آیت کریمہ میں بھی لفظ ''ذکر'' استعمال ہوا ہے اگر بقول زکریا صاحب ''ذکر'' کا معنی رٹنا یا حفظ کرنا ہوتو پھر اس آیت کا ترجمہ یہ ہوگا کہ ''تا کہ عقلمند اس کتاب کو حفظ کریں'' حالانکہ یہ بات سب جانتے ہیں کہ قرآن کو حفظ کرنے کیلئے عقلمند ہونا کوئی ضروری نہیں ہے بلکہ قرآن کے اکثر حافظ وہ ہیں جنہوں نے عاقل و بالغ ہونے کی عمر سے قبل ہی حفظ مکمل کر لیا ہوتا ہے، پس معلوم ہوا کہ شریعت کی اصطلاح میں ''ذکر'' اور ''علم'' ایک دوسرے کے غیر نہیں بلکہ قرآن وحدیث کا علم اور سنت کی موافقت میں کیا جانے والا ہر عمل جو انسان کے دل میں اللہ سے ملاقات اور اسکے سامنے جوابدہ ہونے اور جزا وسزا کے تصور کو مستحضر رکھے ''ذکر'' کہلائے گا، لیکن اسکے برخلاف چونکہ صوفیاء اللہ سے ملاقات کے بجائے ''وصال'' کا عقیدہ رکھتے ہیں اور سزا کے خوف اور جزا کے لالچ میں عمل کرنے کو ناجائز سمجھتے ہیں چنانچہ صوفیاء کے نزدیک ''ذکر'' کا مفہوم اللہ کو اپنے دل میں حاضر رکھنا ہوتا ہے اسلئے یہ لوگ ''ذکر'' کا معنی حفظ کرتے ہیں اور اسی لئے صوفیاء کے نزدیک ذکر کی بڑی اہمیت ہے اور بقول ان کے اسکے ذریعہ اللہ سے براہ راست کلام کیا جاتا ہے اور اللہ سے براہ راست علم حاصل کیا جاتا ہے اب اسی تناظر میں زکریا صاحب کی تحریر کردہ یہ حکایت ملاحظہ فرمائیے، لکھتے ہیں کہ:

﴿ سید علی بن میمونؒ کا قصہ مشہور ہے کہ جب شیخ علوان حمویؒ جو ایک متجر عالم اور مفتی اور مدرس تھے سید صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سید صاحب کی ان پر خصوصی توجہ ہوئی تو ان کو سارے مشاغل درس وتدریس فتویٰ وغیرہ سے روک دیا اور سارا وقت ذکر میں مشغول کر دیا عوام کا تو کام ہی اعتراض اور گالیاں دینا ہے لوگوں نے بڑا شور مچایا کہ شیخ کے منافع سے دنیا کو محروم کر دیا اور شیخ کو ضائع کر دیا وغیرہ وغیرہ کچھ دنوں بعد

سید صاحب کو معلوم ہوا کہ شیخ کسی وقت کلام اللہ کی تلاوت کرتے ہیں سید صاحب نے اسکو بھی منع کر دیا تو پھر پوچھنا ہی کیا، سید صاحب پر زندیقی اور بددینی کا الزام لگنے لگا لیکن چند ہی روز بعد شیخ پر ذکر کا اثر ہو گیا اور دل رنگ گیا تو سید صاحب نے فرمایا کہ اب تلاوت شروع کردو کلام پاک کھولا تو ہر ہر لفظ پر وہ علوم و معارف کھلے کہ پوچھنا ہی کیا ہے ☆ فضائل ذکر فصل سوم ص ۸۰ ﴾

اب اگر ہم تبلیغی جماعت کے اس قول کو سامنے رکھیں کہ ''ذکر کے بغیر علم گمراہی ہے'' تو یہ بات پوری طرح واضح ہو کر سامنے آجاتی ہے کہ ''علم'' تبلیغی جماعت کے نزدیک مردہ کتابوں سے حاصل ہونے والی معلومات ہیں جن میں صحیح اور غلط دونوں امکانات ہیں جبکہ ''ذکر'' اللہ سے براہ راست علم حاصل کرنے کے ذریعہ کو کہتے ہیں جس میں غلطی کا کوئی امکان نہیں ہے اسلئے صوفیت کی مبلغ تبلیغی جماعت کے نزدیک ذکر کے بغیر علم گمراہی کے سوا کچھ نہیں ہے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ علم یا ذکر کسی بھی شخص کے قبول حق میں صرف معاون کا ہی کردار ادا کر سکتے ہیں لیکن عملی طور پر حق کو قبول صرف وہی افراد کر سکتے ہیں جو اپنے بزرگوں سے اندھی عقیدت نہ رکھتے ہوں اور ہر قسم کے تعصب بالاتر ہو کر سوچنے کی صلاحیت رکھتے ہوں۔

ساتواں قول: علم کتابوں سے نہیں سینے سے حاصل ہوتا ہے:

قرآن کریم میں اقسام وحی کو بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:

﴿ وماکان لبشران یکلمه اللّٰه الا وحیا او من وراء حجاب اویرسل رسولا فیوحی باذنه مایشاء انه علی حکیم ☆ سورة الشوری ۵۱ ﴾

یعنی ''کسی بشر کو لائق نہیں کہ اللہ اس سے کلام کرے، ماسوائے یہ کہ اللہ القاء کرے کسی بات کو (اسکے دل پر) یا پردہ کے پیچھے سے کلام کرے (جیسا موسیٰ علیہ السلام سے کیا) یا فرشتہ بھیجے جو اللہ کی اجازت ومنشاء کے مطابق وحی کرے (جیسا قرآن وحی ہے)، بے شک اللہ بلند حکمت والا ہے'' گذشتہ صفحات میں ہم نے علم باطنی یا وہبی علم کا تذکرہ کیا تھا اور اس آیت میں جس القاء کا ذکر ہے صوفیاء اسی کو وہبی علم سے تعبیر کرتے

ہیں اور اپنی ہر ذہنی اختراع کو وہبی علم کا نام دیکر پیش کر دیتے ہیں تاکہ کسی کو رد کرنے کی جرأت نہ ہو لیکن اس قسم کے القاء پر بعض شرائط عائد ہوتی ہیں جیسا کہ:

اولاً: اللہ تعالیٰ کی جانب سے القاء کسی بھی شخص کو ہوسکتا ہے اسکے لئے عالم یا ذاکر یا متقی ہونا کوئی شرط نہیں۔

ثانیاً: یہ القاء کسی بھی شخص کی اپنی ذاتی چاہت یا قوت پر منحصر نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ جب چاہتا ہے اور جسکو چاہتا ہے اور جو چاہتا القاء کرتا ہے۔

ثالثاً: کسی ایک شخص کا القاء کسی دوسرے شخص یا کسی جماعت کیلئے دلیل نہیں بن سکتا کیونکہ ممکن ہے کہ یہ القاء اللہ کی طرف سے نہ ہو بلکہ شیطان کی طرف سے ہو کیونکہ شیطان بھی دلوں میں خیال ڈالتا ہے نیز کسی شخص کی صداقت جانچنے کا بھی کوئی پیمانہ ہمارے پاس نہیں جس سے کسی کی سچائی یا کذب کو جانا جاسکے۔

رابعاً: کسی بھی شخص کو القاء صرف دنیاوی امور میں ہوسکتا ہے یا دین کے کسی فروعی مسئلے کے کسی جزو میں ہوگا یعنی اگر کوئی شخص یہ دعویٰ کرے کہ اسکو قرآن کی فلاں آیت کی تشریح القاء ہوئی ہے یا دین کے فلاں مسئلے کی حقیقی شرعی حیثیت اسے القاء یا وہبی علم کے ذریعہ معلوم ہوئی تو سمجھ لینا چاہیے کہ یقینی طور پر وہ شخص جھوٹا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تکمیل دین نبی کریم ﷺ کی زندگی میں ہی کر دیا اب کسی شخص کا دین میں کوئی اضافہ یا کمی نبوت کے حق پر ڈاکہ ڈالنے کے مترادف ہے۔

معلوم ہونا چاہیے کہ صوفیاء کے عقیدہ کے مطابق ذکر کے کثرت کی بدولت صوفیاء کیلئے القاء کا وہبی علم یا باطنی علم کا دروازہ کھل جاتا ہے جسمیں صوفی اللہ سے ہم کلام ہوتا ہے اور علم حاصل کرتا ہے، ثبوت کے طور پر زکریا صاحب کا یہ بیان ملاحظہ ہو:

﴿ذکر تصوف کا اصل اصول ہے اور تمام صوفیہ کے سب طریقوں میں رائج ہے، جس شخص کیلیئے ذکر کا دروازہ کھل گیا اسکے لئے اللہ جل شانہ تک پہنچنے کا دروازہ کھل گیا اور جو اللہ جل شانہ تک پہنچ گیا وہ جو چاہتا ہے پاتا ہے کہ اللہ جل شانہ کے پاس کسی چیز کی کمی نہیں ☆ فضائل ذکر ص ٦١﴾

اسکے بعد صوفی یہ علم کتابوں یا موعظ کے ذریعہ نہیں بلکہ سینہ بہ سینہ اپنے شاگردوں اور مریدوں میں منتقل کرتا ہے جیسا کہ اشرف علی صاحب تھانوی (حکیم الامت) فرماتے ہیں کہ:

﴿ایک بار حضرت حاجی صاحب مجھے اپنا کتب خانہ دینے لگے میں نے کہا کتابیں اپنے پاس رکھیئے کتابوں میں کیا رکھا ہے کچھ سینے سے عطا فرمایئے یہ سن کر حضرت خوشی کے مارے کھل گئے اور فرمایا ''ہاں بھائی ہاں سچ تو یہ ہے کہ کتابوں میں کیا رکھا ہے''.! (صد کتاب وصد ورق درنار کن سینہ راازنور حق گلزار کن) یعنی کتابوں کو آگ میں جلا دیجئے سینے کو حق کے نور سے روشن کیجئے ☆ قصص الاکابر ص ۷۱﴾

اسی طرح تذکرۃ الخلیل ص ۲۹-۳۰ میں شاہ بھیک نام کے فقیر کا تذکرہ ہے اس نے اپنے پیر کی بے انتہا خدمت کی تھی اس لئے پیر نے اس کو اپنی چھاتی سے لگا لیا اور روحانی نعمت جو کچھ دینی تھی وہ عطا کر دی ادھر سینے سے سینہ لگا اور ادھر ولایت و معرفت الہیہ نصیب ہوگئی جبکہ نبی کریم ﷺ کو جبرئیل کا سینے سے لگانا صحیح بخاری میں مذکور ہے لیکن وہاں جبرئیل نے کہا (اقــــرأ) پڑھو آپ نے فرمایا میں پڑھا ہوا نہیں ہوں، پھر جبرئیل نے آپ کو پڑھایا اور کہا (اقرأ باسم ربک الذی خلق) اس حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ کو جبرئیل کے پڑھانے سے علم آیا اور قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو مخاطب کرے فرمایا کہ:

﴿لا تحرک به لسانک لتعجل به ان علینا جمعه وقرآنه. فاذا قرانه فاتبع قرآنه ☆ سورة القیامة﴾

یعنی ''جبرئیل کے پڑھنے کے وقت آپ جلدی نہ کریں ان کے ساتھ ساتھ نہ پڑھیں بلکہ جب وہ پڑھ کر ختم کریں تو آپ پڑھیں اور اسکا جمع کرنا اور پڑھا دینا ہمارے ذمہ ہے''. اس آیت میں بھی رسول اللہ

ﷺ کے علم کو جبرئیل کی تعلیم سے حاصل کردہ بتایا گیا ہے جبکہ صوفیاء اپنا علم پڑھنے پڑھانے سے نہیں سینے کو سینے سے لگانے سے منتقل کرتے ہیں، علم کی منتقلی کا یہ ذریعہ انسانوں میں معروف نہیں ہے ہاں شیاطین کا یہ طریقہ تعلیم ہوسکتا ہے کیونکہ وحی الٰہی کا سلسلہ تو ویسے بھی اب منقطع ہو چکا ہے البتہ شیطانی وحی کا سلسلہ قیامت تک جاری رہنے والا ہے اور صرف یہی نہیں کہ صوفیاء اپنے شیخ کے سینے سے سینہ جوڑ کر علم حاصل کرتے ہیں بلکہ جو زیادہ پہنچے ہوئے ہوتے ہیں اور ذکر وفکر کی منزلیں طے کر چکے ہوتے ہیں وہ اپنے ہی سینے سے علم حاصل کر لیتے ہیں جیسا کہ زکریا صاحب لکھتے ہیں کہ:

﴿ ابدال میں سے ایک شخص نے حضرت خضر سے دریافت کیا کہ تم نے اپنے سے زیادہ مرتبہ والا کوئی ولی بھی دیکھا ہے، فرمانے لگے ہاں دیکھا ہے میں ایک مرتبہ مدینہ طیبہ میں رسول اللہ ﷺ کی مسجد میں حاضر تھا میں نے امام عبدالرزاقؒ محدث کو دیکھا کہ وہ احادیث سنا رہے ہیں اور مجمع انکے پاس حدیث سن رہا ہے اور مسجد کے ایک کونے میں ایک جوان گھٹنوں پر سر رکھے علیحدہ بیٹھا ہے میں نے اس جوان سے کہا کہ تم دیکھتے نہیں کہ مجمع حضور اقدس ﷺ کی حدیثیں سن رہا ہے تم انکے ساتھ شریک نہیں ہوتے؟ اس جوان نے نہ تو سر اٹھایا نہ میری طرف التفات کیا اور کہنے لگا کہ اس جگہ وہ لوگ ہیں جو رزاق کے عبد سے حدیثیں سنتے ہیں اور یہاں وہ ہیں جو خود رزاق سے سنتے ہیں نہ کہ اس کے عبد سے حضرت خضر نے فرمایا کہ اگر تمہارا کہنا صحیح ہے تو بتاؤ میں کون ہوں اس نے اپنا سر اٹھایا اور کہا کہ اگر فراست صحیح ہے تو آپ خضر ہیں حضرت خضر فرماتے ہیں کہ اس سے میں نے جانا کہ اللہ جل شانہ کے بعض ولی ایسے بھی ہیں جنکو علو مرتبہ کی وجہ سے میں نہیں پہچانتا ☆ فضائل حج ص ۱۲۸، ۱۲۹ ﴾

یہی سبب ہے کہ تبلیغی جماعت کے افراد اپنے آپ کو کتابی علم سے مستغنی سمجھتے ہیں اور قرآن وحدیث کی بات کرنیوالوں کو حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں لیکن تبلیغی جماعت والے چونکہ ''صاف چھپتے بھی نہیں سامنے آتے بھی نہیں'' کی مثال پر عمل پیرا ہیں چنانچہ ان کا طریقہ واردات یہ ہے کہ قرآن وحدیث کا وہ علم

جولا تعداد اہل علم کی کاوشوں کے نتیجہ میں صدیوں کا سفر طے کرتا ہوا کتابوں کی صورت میں ہم تک پہنچا ہے اس پر سے لوگوں کا اعتماد ختم کرنا اور اس کتابی علم کو لوگوں کی زندگی سے عملی طور پر خارج کرنا اس جماعت کا اولین مقصد ہے چنانچہ یہ لوگ یہی کہتے پھرتے ہیں کہ ''علم کتابوں سے نہیں بلکہ سینے سے حاصل ہوتا ہے اور پڑھنے پڑھانے کے مروجہ طریقے غیر موثر اور غیر مفید ہیں'' ثبوت کے طور پر زکریا صاحب کے قلم سے نکلی ہوئی یہ عبارت ملاحظہ فرمائیے، لکھتے ہیں کہ:

﴿ دین کی عمومی تعلیم وتربیت کا جو طریقہ ہم اپنی اس تحریک کے ذریعہ رائج کرنا چاہتے ہیں صرف وہی طریقہ حضور اقدس ﷺ کے زمانے میں رائج تھا اور اسی طرز سے وہاں عام طور پر دین سیکھا اور سیکھایا جاتا تھا، بعد میں جو اور طریقے اس سلسلے میں ایجاد ہوئے مثلاً تصنیف وتالیف اور کتابی تعلیم وغیرہ سوان کو ضرورت حادثہ نے پیدا کیا مگر اب لوگوں نے صرف اسی کو اصل سمجھ لیا ہے اور حضور ﷺ کے زمانے کے طریقہ کو بالکل بھلا دیا ہے حالانکہ اصل طریقہ وہی ہے اور عمومی تعلیم وتربیت صرف اسی طریقہ سے دی جاسکتی ہے ☆ جماعت تبلیغ پر اعتراضات کے جوابات صفحہ ۱۲۱، ۱۲۲ ﴾

اس عبارت میں زکریا صاحب کا یہ جملہ خاص طور پر نوٹ کرنے کے قابل ہے کہ ''عمومی تعلیم و تربیت صرف اسی طریقہ سے دی جاسکتی ہے'' یعنی پورے عالم اسلام میں تعلیم وتربیت کا جو طریقہ صدیوں سے رائج ہے وہ صحیح نہیں ہے بلکہ صحیح طریقہ ان چھ نمبروں کی تعلیم ہے جو تبلیغی جماعت نے اختیار کی ہوئی ہے ان چھ نمبروں کی علت بیان کرتے ہوئے زکریا صاحب لکھتے ہیں کہ:

﴿ نظام الدین کی تبلیغی جماعت پر یہ اشکال کہ تبلیغ علماء کا کام ہے جاہلوں کا نہیں بالکل وارد نہیں ہوتا اسلئے کہ انکی تبلیغ میں صرف چھ نمبر بتائے جاتے ہیں ان ہی کی مشق کرائی جاتی ہے اور ان ہی کو پیام کے طور پر لے جا کر شہر بہ شہر ملک در ملک بھیجا جاتا ہے ان کے اصول میں یہ بھی ہے کہ چھ نمبروں کے ساتھ ساتواں یہ ہے کہ ان چھ امور کے علاوہ کسی دوسری چیز میں مشغول نہ ہو ☆ جماعت تبلیغ پر اعتراضات کے جوابات صفحہ ۲۸ ﴾

تبلیغی جماعت کے متعین چھ نمبر ہیں : کلمہ والا یقین، نماز ،فضائل کا علم اور اللہ کا ذکر، اکرام مسلم اور اخلاص نیت جبکہ اسکے بالمقابل اللہ تبارک وتعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو جو نمبر دیکر بھیجا انکا بیان قرآن کریم میں ان الفاظ کے ساتھ ہوا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

﴿ ھوالذی بعث فی الامیین رسولا منھم یتلو علیھم آیاته ویزکیھم ویعلمھم الکتاب و الحکمة و ان کانوا من قبل لفی ضلال مبین☆ سورة الجمعة ۲ ﴾

یعنی ”وہی ہے جس نے ان پڑھ لوگوں پر ان ہی میں سے رسول بھیجا جو انہیں اللہ کی آیات بیان کرتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے جبکہ اس سے قبل وہ لوگ کھلی گمراہی میں پڑے ہوئے تھے“ اس آیت کریمہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کے عمومی تعلیم وتربیت کے چار نمبروں کا تذکرہ کیا ہے اس میں پہلے نمبر پر اللہ کی آیات کے ذریعہ نصیحت واصلاح ہے ان لوگوں کو جو امی ہیں یعنی پندرہ (۱۵) علوم کے ماہر نہیں ہیں جبکہ تبلیغی جماعت اس سے قطعی طور پر محروم ہے، دوسرے نمبر پر تزکیہ یعنی پاکیزگی کی تربیت ہے یعنی ان تمام منکرات سے بچنے کی تربیت دی جو انسان کے عقیدے، انسان کے جسم ،انسان کی روح ،انسان کے لباس ،انسان کے مال اور انسان کے معاشرے کو آلودہ کرنے کا باعث بنتے ہیں جبکہ تبلیغی جماعت کا لائحہ عمل ہی نہی عن المنکر سے کلی طور پر پاک ہے، تیسرے نمبر پر کتاب یعنی احکامات وفرائض کی تعلیم ہے جسمیں سے تبلیغی جماعت کے نمبروں میں صرف نماز شامل ہے، اور چوتھے نمبر پر حکمت یعنی احکامات کی شرح اور اس سے اخذ کئے جانے والے مسائل کی تعلیم ہے جو تبلیغی جماعت کے منشور میں شجر ممنوعہ ہے کیونکہ بقول تبلیغی جماعت اس سے تفرقہ پیدا ہوتا ہے اسکے باوجود زکریا صاحب کا دعویٰ یہ ہے کہ ”دین کی عمومی تعلیم وتربیت کا جو طریقہ ہم اپنی اس تحریک کے ذریعہ رائج کرنا چاہتے ہیں صرف وہی طریقہ حضور اقدس ﷺ کے زمانے میں رائج تھا“ پس معلوم ہونا چاہیے کہ تبلیغی جماعت کا یہ قول کہ ”علم کتابوں سے نہیں بلکہ سینے سے حاصل ہوتا ہے“ محض انکی اپنی ذہنی اختراع ہے جسکا کوئی ثبوت قرآن وحدیث میں نہیں ہے۔

آٹھواں قول: صرف فضائل کی تعلیم کے ذریعہ ہی لوگوں کو جوڑا جا سکتا ہے:

تبلیغی جماعت پر تمام مکاتب فکر کے علماء کی جانب سے یہ اعتراض ہمیشہ رہا ہے کہ ''اس جماعت کے اندر جو لوگ تبلیغ کیلئے نکل رہے ہیں وہ بالعموم علمی اعتبار سے صفر ہوتے ہیں اور ایسے لوگوں کا دین کی تبلیغ کیلئے نکلنا نہایت ہی خطرناک ہے'' اسکا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ تبلیغی جماعت کا کام لوگوں کو جوڑنا ہے اور یہ لوگ مسائل کو نہیں چھڑتے اسلئے اس جماعت میں شامل ہونے کیلئے عالم ہونا کوئی ضروری نہیں چناچہ زکریا صاحب لکھتے ہیں کہ:

﴿فضائل کے ذریعہ دین کا پیاسا بنانا ہے، جب پیاسا بن کا پانی مانگے یعنی مسائل پوچھے تو کہدے کہ اپنے اپنے کنویں سے پیو، یعنی حنفی حنفی علماء سے پوچھے، شافعی شافعی علماء سے پوچھے، اہلحدیث اپنے علماء سے پوچھے یوں سب جڑ کر چل سکتے ہیں ☆ جماعت تبلیغ پر اعتراضات کے جوابات صفحہ ۱۰۶﴾

یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے بقول زکریا صاحب اگر لوگوں کو فضائل کے ذریعہ ہی جوڑا جا سکتا ہے تو یہ تیر بہدف نسخہ اللہ اور اسکے رسول کو کیوں معلوم نہ ہوا؟ دعوت وتبلیغ کے ضمن میں جو چیز سب سے اہم ہوتی ہے وہ ہے عقائد کی اصلاح اور عقائد میں سب سے اہم ترین عقیدہ توحید ہے یہی وجہ ہے کہ ہر نبی کی تبلیغ کا نقطہ آغاز توحید کی دعوت رہی ہے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں مختلف انبیاء کرام کی دعوت کا تذکرہ کیا ہے مثلاً نوح علیہ السلام کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ولقد ارسلنا نوحاً الی قومه انی لکم نذیر مبین ☆ ان لا تعبدوا الا اللّٰه انی اخاف علیکم عذاب یوم الیم ☆ سوره هود آیت ۲۵،۲۶﴾

یعنی ہم نے بھیجا نوح کو اسکی قوم کی طرف تو اس نے کہا میں تمہیں واضح طور پر خبردار کرنے والا ہوں کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو مجھے تم پر ایک دردناک دن کے عذاب کا ڈر ہے اسکے بعد ھود علیہ السلام کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ والی عاد اخاھم ھوداً قال یقوم اعبدوا للّٰہ مالکم من الہ غیرہ ان انتم الا مفترون ☆ سورہ ھود آیت ۵۰ ﴾

یعنی اور عاد کی طرف ان کے بھائی ھود کو بھیجا اس نے کہا اے قوم کے لوگوں اللہ کی عبادت کرو تم کو کیا ہے کہ تم نے دوسروں کو معبود بنالیا ہے یہ تو خود ساختہ معبود ہیں اور صالح علیہ السلام کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ والی ثمود اخاھم صلحاً قال یقوم اعبدو اللّٰہ مالکم من الہ غیرہ ☆ سورہ ھود آیت ٦١ ﴾

یعنی اور ثمود کی جانب صالح کو بھیجا اس نے کہا اے قوم اللہ کی عبادت کرو اسکے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں اور شعیب علیہ السلام کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ والی مدین اخاھم شعیباًقال یقوم اعبدو اللّٰہ مالکم من الہ غیرہ ☆ سورہ ھود آیت ٨٤ ﴾

یعنی اور مدین کی طرف اسکے بھائی شعیب کو بھیجا اس نے کہا اے قوم اللہ کی عبادت کرو اسکے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ہے اور ابراہیم علیہ السلام نے اپنی دعوت کا آغاز ان الفاظ سے کیا:

﴿ وابراھیم اذ قال لقومہ اعبدوا اللّٰہ واتقوہ ذالکم خیرلکم ان کنتم تعلمون ☆ انما تعبدون من دون اللّٰہ اوثناً وتخلقون افکا ان الذین تعبدون من دون اللّٰہ لایملکون لکم رزقا فابتغوا عند اللّٰہ الرزق واعبدوہ واشکروا لہ الیہ ترجعون ☆ سورہ العنکبوت آیت ١٦،١٧ ﴾

یعنی جب ابراہیم نے اپنی قوم سے کہا عبادت کرو اللہ کی اور اسی سے ڈرو اگر تم سمجھو تو اسی میں تمہاری بھلائی ہے بے شک اللہ کو چھوڑ کر جنہیں تم پوجتے ہو وہ تمہارے لئے کسی چیز کے مالک نہیں پس اپنا رزق اللہ کے پاس تلاش کرو اور اسی کا شکر ادا کرو اسی کی طرف تم لوٹ کر جاؤ گے اور اگر نبی کریم ﷺ کی دعوت وتبلیغ کے نصاب کو دیکھا جائے تو وہ قرآن ہے اور قرآن کا اکثر وبیشتر حصہ توحید کی دعوت پر ہی مشتمل ہے اس کے

برخلاف اب جولوگ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ دعوت وتبلیغ کا کام کرکے انبیاء کرام کی سنت ادا کررہے ہیں ان کے تبلیغی نصاب کو دیکھا جائے وہ تمام کا تمام فضائل پر مشتمل ہے اور یہ فضائل بھی اکثر جھوٹے اور من گھڑت ہیں تبلیغی جماعت کے اس طرز عمل کو دیکھ کر بڑے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ یہ جماعت انجانے میں یا جانتے بوجھتے وہی کام کررہی ہے جو کام عیسائیت میں سینٹ پال نے کیا تھا یعنی شریعت وعقائد کی منسوخی جس کی وجہ سے عیسائیت ہر جانب جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ نے اس دین اسلام کی حفاظت کی ذمہ داری لی ہے اس لئے یہ شریعت منسوخ تو نہیں کرسکے البتہ عملی طور پر اسے معطل ضرور کردیا ہے اور بجائے اس کے کہ عوام الناس اپنے عقائد درست کریں اور دین کے مسائل کو سیکھیں انھیں فضائل کے جال میں پھنسا دیا گیا جسکا نتیجہ وہی ہوا کہ تبلیغی جماعت دیکھتے ہی دیکھتے ساری دنیا میں پھیل گئی اس اعتراض کا جواب تبلیغی حضرات کی جانب سے بالعموم یہ دیا جاتا ہے کہ انبیاء کرام کی بعثت چونکہ کفار ومشرکین کی جانب تھی اس لئے وہاں توحید کی اور عقائد کی دعوت کی اشد ضرورت تھی جبکہ تبلیغی جماعت کا واسطہ اکثر وبیشتر مسلمانوں سے ہے اس لئے یہاں توحید اور عقائد کے بیان کی چنداں ضرورت نہیں ہے حالانکہ یہ بات قطعی درست نہیں آج بظاہر مسلمان نظر آنے والے لوگوں کی ایک کثیر تعداد عقائد کے اعتبار سے اسی مقام پر ہے جس پر قبل از اسلام لوگ تھے بلکہ بعض عقائد کے اعتبار سے ہمارے لوگ ان سے بھی گئے گذرے ہیں اس لئے آج توحید اور اسلام کے دیگر عقائد کو شرح وبسط کے ساتھ بیان کرنے کی اشد ضرورت ہے مشرکین مکہ جو بتوں کی پوجا کرتے تھے اور یہودِ مدینہ جو قبروں کی پوجا کرتے تھے دونوں کے دین میں بظاہر فرق نظر آتا ہے مگر اصل کے اعتبار سے دونوں کا شرک ایک ہی تھا ان میں سے مشرکین مکہ نے جو بت بنا رکھے تھے وہ کوئی خیالی مورتیاں نہیں تھیں بلکہ وہ ان لوگوں کے مجسمے تھے جو ان کے اعتبار سے ان کے زمانے سے قبل نیک اور صالح لوگ ان کے درمیان گذرے تھے اور یہودِ مدینہ جن قبروں کی عبادت کیا کرتے تھے وہ بھی کوئی عام قبریں نہیں تھیں بلکہ وہ ان لوگوں کی قبریں تھیں جو ان کے درمیان نیک اور صالح لوگ گذر چکے تھے اور یہ دونوں ہی قومیں بتوں کی اور قبروں کی پوجا کرنے کے باوجود اللہ تعالیٰ پر بھی ایمان رکھتی تھیں اور قبل از اسلام اللہ تبارک وتعالیٰ کے بارے میں جو عقیدہ پایا جاتا تھا اور اس عقیدے میں شرک کی آمیزش کس نوعیت کی

تھی اسکو قرآن نے مختلف مقامات پر بیان کیا ہے سورہ الانعام میں ارشاد ہوا:

﴿ **قل من ینجیکم من ظلمات البر والبحر تدعونه تضرعا وخفیة لئن انجانا من هذه لنکونن من الشکرین ☆ قل الله ینجیکم منها ومن کل کرب ثم انتم تشرکون ☆ سورہ الانعام آیت ٦٣، ٦٤** ﴾

یعنی اے نبی ﷺ پوچھو کون نجات دیتا ہے تم کو خشکی وتری کے اندھیروں میں جب تم پکارتے ہو اسکو گڑ گڑا کر اور چپکے چپکے یہ کہتے ہوئے کہ اگر تو نے ہم کو نجات دی تو ہم تیرے شکر گذاروں میں ہو جائیں گے کہہ دو پھر جب اللہ تم کو نجات دیتا ہے ہر تکلیف سے تو تم پھر سے شرک میں پڑ جاتے ہو اس سے معلوم ہوا کہ جب وہ لوگ کسی بڑی مصیبت میں پڑ جاتے تو اپنے بنائے ہوئے سارے معبودوں کو چھوڑ کر خالص اللہ ہی کو مدد کے لئے پکارتے تھے جبکہ ہمارے لوگوں کا حال یہ ہے کہ ایسے موقع پر بھی یا اللہ مدد کے بجائے یا علی مدد اور یا غوث اعظم مشکل کشا کہہ کر پکارتے ہیں اور سورہ الاسراء میں ارشاد ہوا:

﴿ **واذا مسکم الضر فی البحر ضل من تدعون الاایاه فلما نجاکم الی البر اعرضتم وکان الانسان کفورا ☆ سورہ الاسراء آیت ٦٧** ﴾

یعنی جب تم سمندر کے اندر مصیبت میں پھنس جاتے ہو تو وہ سارے معبود تم کو بھول جاتے ہیں جنہیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو پھر جب اللہ تم کو نجات دے کر خشکی پر لے آتا ہے تو تم اللہ سے منہ پھیر لیتے ہو اور انسان تو کفر کرنے والا ہی ہے یعنی وہ لوگ جب سمندر کے اندر طوفان میں پھنس جاتے تو بھی خالص اللہ ہی کو مدد کے لئے پکارتے تھے جبکہ ہمارے لوگوں کا جو عقیدہ ہے وہ یہ ہے کہ ان کے اولیا اور بزرگ ایسے موقع پر ان کی مدد کو پہنچتے ہیں

اور سورہ یونس میں فرمایا:

﴿ **قل من یرزقکم من السماء والارض امن یملک السمع والابصار ومن یخرج الحی من المیت ویخرج المیت من الحی**

ومن یدبر الامر فسیقولون اللہ فقل افلا تتقون ☆ سورہ یونس آیت ۳۱ ﴾

یعنی اے نبی ﷺ پوچھو ان سے کون دیتا ہے ان کو آسمان وزمین سے رزق اور کون مالک ہے ان کی سماعتوں اور بصارتوں کا اور کون نکالتا ہے مردے سے زندہ اور زندے سے مردہ اور کون ہے جس کا حکم چلتا ہے؟ یہ کہیں گے اللہ! تو کہہ دو پھر کیوں تم اسی سے نہیں ڈرتے ہو اس سے معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک نعمتوں کے عطاء کرنے اور سلب کرنے کے اختیارات کا مالک اور خود انکی ذات میں تصرف کرنے کا مالک اور زندگی اور موت کا مالک صرف اللہ تبارک وتعالیٰ ہی تھا جبکہ ہمارے لوگوں کا حال یہ ہے کہ نوکری طلب کرنی ہو یا اولاد کی خواہش ہو یا پھر کسی بیماری سے شفاء کی حاجت ہو اپنا رخ مزارات ہی کی طرف رکھتے ہیں بلکہ جتنی بڑی ضرورت ہو اتنا ہی بڑا مزار تلاش کیا جاتا ہے اور سورہ لقمان میں ارشاد ہوا:

﴿ ولئن سالتھم من خلق السموات والارض لیقولن اللہ قل الحمد للہ بل اکثرھم لا یعلمون ☆سورہ لقمان آیت ۲۵ ﴾

یعنی اے نبی ﷺ اگر آپ ان سے سوال کریں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا؟ یہ کہیں گے اللہ! تو کہہ دو تمام تعریف اللہ ہی کے لئے ہے لیکن ان میں سے اکثر جانتے نہیں ہیں اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس کائنات کا خالق بھی وہ اللہ تعالیٰ ہی کو مانتے تھے لہذا سوال اب یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر وہ کیا سبب ہے جسکے باعث انھیں کافر اور مشرک قرار دیا گیا اسکا جواب بھی قرآن میں ہی ہے سورہ الزمر میں ارشاد ہوا:

﴿ الا للہ دین الخالص والذین اتخذوا من دونہ اولیاء مانعبدھم الا لیقربونا الی اللہ زلفیٰ ان اللہ یحکم بینھم فی ماھم فیہ یختلفون ان اللہ لا یھدی من ھوکاذب کفار ☆ سورہ الزمر آیت ۳ ﴾

یعنی جان لو کہ دین اللہ ہی کے لئے خالص ہے اور جن لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کو اپنا ولی بنالیا ہے وہ کہتے ہیں ہم ان معبودوں کی عبادت صرف اس لئے کرتے ہیں تاکہ یہ ہمیں اللہ سے قریب کردیں بے شک اللہ فیصلہ کرے گا اسکا جس میں وہ اختلاف کرتے ہیں اور اللہ جھوٹے کافروں کو ہدایت

نہیں دیتا اس سے معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ کا اپنی قوم سے اصل جھگڑا کیا تھا یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ سے اپنی جائز حاجات کا براہ راست طلب نہ کرنا اور کسی کو درمیان میں سفارشی بنانا ہی حقیقت میں شرک ہے ان کے اسی شرک کو دوسرے مقام پر اس طرح واضح کیا گیا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

﴿ ویعبدون من دون اللّٰہ مالایضرھم ولا ینفعھم ویقولون ھولاء شفعاونا عنداللّٰہ قل اتنبئون اللّٰہ بمالایعلم فی السموات ولا فی الارض سبحنۃ وتعلیٰ عما یشرکون ☆ سورہ یونس آیت۱۸ ﴾

یعنی" اور یہ لوگ اللہ کے سوا ایسی چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جو نہ ان کو نفع پہنچا سکتی ہیں اور نہ نقصان اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے پاس ہمارے سفارشی ہیں آپ کہہ دیجئے کہ کیا تم اللہ کو ایسی چیزوں کی خبر دیتے ہو جو اللہ کو معلوم نہیں ہیں، نہ آسمانوں میں اور نہ زمین میں، وہ پاک اور برتر ہے ان لوگوں کے شرک سے" گویا اسلام جس شرک کی نفی کے لئے آیا وہ یہی سفارش کے عقیدہ والا شرک تھا جو آج کے مسلمانوں میں کھلم کھلا پایا جاتا ہے اور بار بار تنبیہ کرنے کے باوجود بھی اس عمل سے باز نہ آنا دراصل کفر ہے چنانچہ قرآن کریم کی ان تمام نصوص کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ عقائد کی اصلاح کی ضرورت آج کے مسلمانوں کو بھی اتنی ہی ہے جتنی چودہ سو برس قبل کفار و مشرکین کو تھی لیکن تبلیغی جماعت کے اکابرین اولاً تو اس حقیقت کو تسلیم ہی نہیں کرتے اور اگر کر بھی لیں تو یہ کہہ کر جان چھڑا لیتے ہیں کہ تبلیغی جماعت کے چھ بنیادی نکات میں کلمہ طیبہ بھی شامل ہے لہذا علیحدہ سے توحید کے درس کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے جب اپنی دعوت وتبلیغ کا آغاز کیا تو آپ ﷺ یہی کہتے تھے کہ" لوگو! لا الہ الا اللہ کہو اور فلاح پا جاؤ" یہ صحیح ہے کہ نبی کریم ﷺ کی دعوت کا نقطہ آغاز یہی تھا مگر سوال یہ ہے کہ جو لوگ اس کلمہ کو پڑھ کر دین اسلام میں داخل ہوتے تھے ان کا نصاب کیا ہوتا تھا؟ کیا ان کا نصاب قرآن نہیں تھا اور جس کا نصاب قرآن ہو کیا اسکو توحید اور دیگر عقائد کو سمجھنے کے لئے کسی اور شے کی ضرورت رہ جاتی ہے؟ نیز اس وقت لا الہ الا اللہ کا معنی صرف ایک ہی تھا جو اللہ کے رسول ﷺ نے لوگوں کو بتایا یعنی اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں جبکہ آج لا الہ الا اللہ کا معنی لا موجود

الا اللہ بھی کیا جاتا ہے یعنی اللہ کے سوا کچھ بھی موجود نہیں اور جو کچھ بھی کائنات میں ہے وہ اللہ تعالیٰ کا عکس یا سایہ ہے یہ عقیدہ وحدت الوجود کہلاتا ہے جو صریح کفر ہے اسلئے آج محض لا الہ الا اللہ کہنے سے توحید نہیں آجاتی لیکن تبلیغی جماعت کے منشور میں پہلے نمبر پر فضائل ور دوسرے نمبر پر مسائل ہیں جبکہ عقیدہ کا سرے سے کوئی ذکر ہی نہیں ہے چنانچہ اپنے اس منشور کی علت بیان کرتے ہوئے ذکریا صاحب لکھتے ہیں کہ:

﴿فضائل سے اعمال کے اجر پر یقین ہوتا ہے جو ایمان کا مقام ہے اور اسی سے آدمی عمل پر آمادہ ہوتا ہے مسائل معلوم کرنے کی ضرورت کا احساس تو تب ہوگا جب وہ عمل پر تیار ہوگا، اسلئے ہمارے نزدیک فضائل کی اہمیت زیادہ ہے☆ جماعت تبلیغ پر اعتراضات کے جوابات صفحہ ۱۱۴﴾

تبلیغی جماعت یہ دعویٰ کرتی ہے کہ اس وقت ساری دنیا میں لوگ تبلیغی جماعت کی کوشش اور تبلیغ کے سبب سے بے شمار لوگ اسلام میں داخل ہو رہے ہیں اس پر ہمارا سوال یہ ہے کہ کیا ہندو، عیسائی، یہودی، قادیانی، بوہری، شیعہ اور بریلوی سب کے سب محض فضائل کے سننے اور سنانے سے مسلمان ہو رہے ہیں؟ اگر تبلیغی جماعت کا جواب ''ہاں'' ہے تو پھر اسکا مطلب یہ ہوا کہ اللہ کے انبیاء و رسل نے خواہ مخواہ ہی عقیدہ کے مسئلے کو چھیڑ کر سب کو اپنا دشمن بنایا انھوں نے کیوں صرف فضائل کی تعلیم سے ساری دنیا کو مسلمان نہیں بنالیا؟ اور اگر تبلیغی جماعت کا جواب ہے ''نہیں'' تو پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ تبلیغی نصاب کہاں ہے؟ اور کیا ہے؟ جس کی بدولت بقول تبلیغی جماعت ہزاروں اور لاکھوں لوگ تبلیغی جماعت کے ہاتھ پر مسلمان ہو رہے ہیں کیونکہ ہم جس تبلیغی نصاب کو جانتے ہیں وہ تو بقول زکریا صاحب صرف فضائل اعمال ہے، پس ہم یہ سمجھنے سے قاصر ہیں کہ محض فضائل کی تعلیم سے کس طرح مختلف عقائد رکھنے والوں کو آپس میں جوڑا جاسکتا ہے۔

نواں قول: تبلیغی جماعت کوئی فرقہ نہیں ہے:

لفظ فرقہ ''فرق'' سے نکلا ہے، لغت کے ماہر ابن فارس کے مطابق اس مادے کے بنیادی معنی ہیں ایک چیز کو دوسری سے جدا کر دینا اور الگ کر دینا، اسی اعتبار سے قرآن کو بھی ''فرقان'' کہا گیا یعنی حق اور

باطل کو الگ الگ کر دینے والا، اسی طرح عمر فاروقؓ کو بھی ''فاروق'' اسی لئے کہا گیا کہ انکے اسلام لانے کے بعد اسلام کفر کے سامنے ایک الگ فریق کی حیثیت سے ڈٹ کر کھڑا ہو گیا اور شریعت کی اصطلاح میں فرقہ اسے کہا گیا جو ملت اسلامیہ سے عملاً کٹ کر الگ ہو گیا ہو لیکن اپنے مسلمان کہلانے کے حق سے دستبردار نہ ہوا ہو، احادیث میں آتا ہے کہ:

﴿نبی کریم ﷺ نے ایک روز صحابہ کرام کو ایک طویل و بلیغ خطبہ دیا اسکا ذکر کرنے والے صحابی فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کے اس خطبہ سے ہماری آنکھیں بہ پڑیں اور دل دہشت زدہ ہو گئے اس خطبہ میں آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص میرے بعد زندہ رہے گا وہ بہت بڑا اختلاف دیکھے گا، آپ ﷺ نے فرمایا اس اختلاف کے وقت تم میری اور میرے صحابہ کرام جو خلفاء راشدین ہونگے کی اتباع کرنا اور میری سنت کو دانتوں سے مضبوط پکڑ لینا اس حدیث کو روایت کیا احمد، ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے اور مشکوۃ کتاب الایمان باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ کے تحت اس حدیث کو نقل کیا گیا ہے اور آپ ﷺ کی یہ حدیث بھی ہے کہ میری امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی ان میں سے صرف ایک فرقہ جنتی ہوگا باقی سب جہنمی ہونگے اس حدیث کو روایت کیا ترمذی نے اور مشکواۃ کے کتاب الایمان باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ کے تحت اس حدیث کو بھی لایا گیا ہے﴾

اس حدیث میں نبی کریم ﷺ نے وضاحت فرمائی ہے کہ آپ ﷺ کی امت کے تمام فرقے حق پر نہیں ہونگے بلکہ تہتر میں سے صرف ایک فرقہ حق پر ہوگا اور وہ فرقہ وہی ہوگا جو نبی کریم ﷺ اور آپ کے خلفاء راشدین صحابہ کے طریقہ پر عمل پیرا ہوگا، ان احادیث میں جہاں ایک جانب امت مسلمہ میں تفرقہ پیدا ہونے کی یقینی خبر دی گئی وہیں یہ بھی بتا دیا گیا ہے نجات پانے والا گروہ بھی فرقہ ہی ہوگا اس اعتبار سے تبلیغی جماعت کا یہ اصرار کہ ''ہم کوئی فرقہ نہیں ہیں'' خود اپنے ہی منہ سے اپنے آپ کو ناجی گروہ سے خارج کرنے کے مترادف ہے کیونکہ نجات پانے والے گروہ کو بھی فرقہ ہی کہا گیا ہے، معلوم ہونا چاہیے کہ فرقہ یا گروہ بذاتہ کوئی برا لفظ نہیں ہے، جیسا کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

﴿وماكان المؤمنون لينفروا كافة فلولا نفر من كل فرقة منهم طائفة ليتفقهوا فى الدين ولينذروا قومهم اذا رجعوا اليهم لعلهم يحذرون ☆ سورة التوبة ١٢٢﴾

یعنی ''نہیں ہے مومنین کیلئے کہ سب نکل کھڑے ہوں پس چاہیے کہ ان کے ہر فرقہ میں سے ایک چھوٹا گروہ نکلے تا کہ وہ دین کی سمجھ حاصل کرے اور تا کہ جب وہ اپنی قوم کی طرف لوٹے تو انہیں خبر دار کرے'' اسی طرح جب موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے جہاد سے انکار کر دیا تو موسیٰ نے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی کہ:

﴿قال رب انی لا املک الا نفسی واخی فافرق بیننا وبین القوم الفاسقین ☆ سورة المائدة ٢٥﴾

یعنی ''اے میرے رب! میں صرف اپنی اور اپنے بھائی کی جان کو تیری راہ میں پیش کر سکتا ہوں، پس اب تو ہمارے اور اس فاسق قوم کے درمیان تفریق کر دے'' پس معلوم ہوا کہ تفرقہ اگر اللہ کے حکم کو قائم کرنے اور دین کے تحفظ کیلئے ہو تو جائز ہے البتہ یہی تفرقہ جب دین کے احکامات یا عقیدہ کے معاملے میں ہو تو مذموم ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

﴿شرع لكم من الدين ما وصى به نوحا والذين اوحينا اليك وما وصينا به ابراهيم و موسىٰ وعيسىٰ ان اقيموا الدين ولا تتفرقوا فيه ☆ سورة الشورىٰ ١٣﴾

یعنی ''تمہارے لئے وہی دین مقرر کیا گیا ہے جو نوح پر، ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ پر مقرر کیا گیا تھا اور تاکید کی گئی تھی کہ دین کو قائم کرو اور اس میں تفرقہ نہ پیدا کرو'' اسی طرح دین کے ماخذ یعنی قرآن وحدیث میں تفریق کر کے کسی ایک کو ترک کرنا جیسے منکرین حدیث نے کیا یا دونوں کو ترک کر کے کسی تیسری چیز کو اختیار کر لینا جیسے تبلیغی جماعت نے قرآن وحدیث کی تعلیم کو چھوڑ کر فضائل اعمال کو اختیار کر لیا ہے یہ تفرقہ بھی ممنوع ہے اس ضمن میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

﴿واعتصموا بحبل الله جميعا ولا تفرقوا ☆ آل عمران ١٠٣﴾

یعنی ''سب مل کر اللہ کی رسی یعنی قرآن وحدیث کو مضبوطی سے تھام لو اور تفرقہ میں نہ پڑو'' پس معلوم

ہونا چاہیے کہ ہروہ جماعت جو اللہ کی کتاب کو چھوڑ کر کسی دوسری کتاب کو پڑھے اور پڑھائے اسی طرح ہروہ جماعت جو اللہ کے رسول کی اتباع کی دعوت دینے کے بجائے اپنے اپنے کنویں کا پانی پینے کی دعوت دے اور اسی طرح کوئی جماعت اللہ کو چھوڑ کر یا اللہ کے ساتھ کائنات کا نظام چلانے کا اختیار دوسروں کو دے اور انھیں غوث، قطب، ابدال اور صاحب خدمت اولیاء قرار دے وہ یقینی طور پر ایک فرقہ اور صرف فرقہ نہیں بلکہ باطل فرقہ ہے اور افسوس کہ یہ تمام شرانگیزیاں تبلیغی جماعت میں بدجہ اتم موجود ہیں اسکے باوجود بھی تبلیغی جماعت اس بات کی دعویدار ہے کہ ''تبلیغی جماعت کوئی فرقہ نہیں ہے'' پس تبلیغی جماعت کے اکابرین و اراکین کا یہ دعویٰ محض ایک فریب اور دھوکے سے زیادہ کچھ نہیں ہے۔

دسواں قول: تبلیغ پر اعتراض وہ کرتے ہیں جنہوں نے جماعت میں وقت نہیں لگایا:

تبلیغی جماعت کے اراکین و اکابرین سے جب کسی اعتراض کا جواب نہیں بن پڑتا تو جھنجلا کر یہ کہتے ہیں کہ ''تبلیغی جماعت پر اعتراض وہ لوگ کرتے ہیں جنہوں نے جماعت میں وقت نہیں لگایا'' اسلئے پہلے آپ جماعت کے ساتھ وقت لگائیں پھر اعتراض کریں جیسا کہ زکریا صاحب ایک مقام پر لکھتے ہیں کہ:

﴿جناب الحاج قاری طیب صاحب نے ایک تبلیغی اجتماع میں جو سہانپور ہی میں ہوا تھا فرمایا کہ اعتراض تو وہ قابل قبول ہیں جو کام میں گھس کر کئے جائیں اور جو باہر بیٹھ کر اعتراضات کرے وہ قابل قبول نہیں ہوا کرتے، اگر اندر گھس کر کوئی اعتراض کرے تب تو ٹھیک ہے لیکن اندر گھسنے والا کوئی اعتراض کرتا نہیں کیونکہ داخل ہونے کے بعد اسکو کام کا فائدہ معلوم ہو جاتا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ سب باہر کے اعتراضات ہیں جو قابل قبول نہیں ہیں ☆ جماعت تبلیغ پر اعتراضات کے جوابات صفحہ ۹۱﴾

تبلیغی جماعت کا یہ اصول بڑا ہی عجیب و غریب ہے کیونکہ کوئی بھی شخص اگر کسی جماعت میں اپنے فیصلے اور ارادے کے ساتھ شامل ہوا ہو تو وہ کیونکر اس جماعت یا تحریک پر اعتراض کرے گا کیونکہ اگر اسے کوئی اشکال یا اعتراض ہوگا تو وہ اس جماعت میں شامل ہی نہیں ہوگا مثلاً کسی کو مولانا مودودی کی جماعت اسلامی پر

اعتراض ہوگا تو وہ جماعت اسلامی میں شامل ہی نہیں ہوگا اسی طرح اگر کسی شخص کو اسلام ہی پر اعتراض ہو تو وہ اپنا اعتراض مسلمان ہونے کے بعد پیش کرے گا یا مسلمان ہونے سے پہلے پیش کرے گا اس اعتبار سے تبلیغی جماعت کا یہ اصول قطعی غیر معقول اور نا قابل عمل ہے، بہر کیف اسکے باوجود بھی ہم یہ بات دعویٰ کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ تبلیغی جماعت کے اکابرین اپنے ہی بنائے ہوئے اس نا معقول اصول پر بھی عمل پیرا نہیں ہیں یعنی اگر اپنے مخلص کارکنان کے کی جانب سے کبھی شاذ و نادر کوئی اعتراض آہی جائے تو اس اعتراض کا جو حشر ہوتا ہے اسکا ایک ثبوت پیش خدمت ہے چنانچہ زکریا صاحب نظام الدین کی تبلیغ کے متعلق اکابرین کی آراء و ارشادات کے عنوان کے تحت مولانا عبدالرحمٰن صاحب سابق مدرس مدرسہ مظاہر علوم خلیفہ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ:

﴿ ایک صاحب نے کراچی سے مولانا کو لکھا کہ میں تبلیغی جماعت کے ساتھ جو دعوت الی اللہ کے لئے جاتی ہے شرکت برابر کرتا ہوں مگر پچھلی اتوار کی شام کو تبلیغی جماعت کے ایک صاحب نے اپنے بیان میں فرمایا کہ گشت پر جانے والوں کو سات لاکھ نمازوں کا ثواب ملتا ہے حالانکہ مسجد حرام خانہ کعبہ میں نماز پڑھنے والوں کو صرف ایک لاکھ کا ثواب ملتا ہے ، یہ بات کچھ سمجھ میں نہیں آئی، حالانکہ حضرت تھانوی کے وعظ آداب التبلیغ میں پڑھا تھا کہ یہ تبلیغ فرض کفایہ ہے، تو جب فرض عین نہیں تو انھوں نے کیسے بیان کر دیا، جس پر مولانا نے مختصراً تحریر فرما دیا کہ ایسے جزوی امور کو ترک کر دیجئے اور جو بات شریعت کے موافق نظر آئے اس پر عمل کرتے رہیں ☆ تبلیغی جماعت پر اعتراضات اور انکے جوابات صفحہ ۱۰۳ ﴾

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ "جو شخص مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ بولے وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے" لیکن جو شخص اجور دین میں اللہ یا رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لئے بغیر جھوٹ بولے تو گویا اس نے اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم دونوں پر جھوٹ بولا کیونکہ دین کے کسی بھی کام پر اجر و ثواب کا بیان کرنا صرف اللہ یا اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا منصب ہے لیکن تبلیغی جماعت کے کرتا دھرتا فرماتے ہیں کہ "ایسے جزوی امور کو ترک کر دیجئے اور جو بات شریعت کے موافق نظر آئے اس پر عمل کرتے رہیں" کیا اسی کو اعتراض کا جواب دینا کہا جاتا ہے؟ اور کیا ایسی

جماعت دین کا کام کرنے کی اہلیت رکھتی ہے جس کے اکابرین کی جانب جماعت کو اس قسم غیر مشروط تعاون حاصل ہو؟ نیز معلوم ہونا چاہیے کہ تبلیغی جماعت کو اعتراضات کیطرف التفات نہ کرنے کی خوبی اپنے اکابرین سے ورثہ میں ملی ہے، ثبوت کے طور پر زکریا صاحب کا یہ بیان ملاحظہ ہو، لکھتے ہیں کہ:

﴿تبلیغ والوں پر یہ مستقل اعتراض ہے کہ معترضین کے اعتراضات کی طرف التفات نہیں کرتے میرے نزدیک یہ اعتراض لغو ہے اس لئے کہ بلاتعین گول مول اعتراض کی طرف کون توجہ کرسکتا ہے بالخصوص تبلیغ والے حضرات کو تو اپنے مشاغل کے ہجوم کی وجہ سے اتنی فرصت نہیں رہی کہ ایسے لغواعتراضات کی طرف التفات کریں، اکابر نے بھی کبھی التفات نہیں کیا، حضرت حکیم الامت پر ہمیشہ اعتراضات کی بوچھاڑ ہر طرف سے رہی، حضرت کا ارشاد ہے کہ اعتراض سے تو انسان کسی حالت میں بھی بچ نہیں سکتا بس اسلم یہ کہ معترضین کو بکنے دیں اور جو سمجھ میں آوے کریں ☆ تبلیغی جماعت پر اعتراضات اور انکے جوابات صفحہ ۱۴۸،۱۴۹﴾

کوئی بھی جماعت یا گروہ جو دین کا کام کررہا ہو یا دین کا کام کرنے کا دعویٰ رکھتا ہو اس پر اعتراض کرنا کسی بھی عام مسلمان کے بس کا کام نہیں ہوتا البتہ وہ کسی کی شہ پر'' کافر کافر فلاں کافر'' یا پھر'' ہائے ہائے'' کے نعرے تو لگا سکتا ہے لیکن کوئی عام آدمی کسی جماعت پر تحریری یا تقریری طور پر کسی اعتراض کو پیش کرنے کی جرأت کبھی نہیں کرتا یعنی کسی جماعت کا اعتراض کی صورت میں تعاقب کرنے کا کام صرف اہل علم کا ہوا کرتا اور زکریا صاحب علماء کی عزت افزائی ان الفاظ میں فرمارہے ہیں کہ'' معترضین کو بکنے دیں اور جو سمجھ میں آوے کریں'' پس تبلیغی جماعت کی جانب سے یہ طرز عمل اور اسلوب اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ'' دال میں کچھ کالا ضرور ہے'' ورنہ اہل حق کا ہرگز یہ شیوا نہیں ہوتا کہ معترضین کے اعتراضات کی کوئی پروا نہ کریں اور جو مرضی چاہے کرتے رہیں، جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اسلام پر اور نبی کریم ﷺ پر اعتراضات کرنے والوں کے سوالات کو محض دیوانے کی بڑ سمجھکر نظرانداز نہیں کردیا بلکہ انکے اعتراضات کا قرآن کریم میں مدلل جواب دیا گیا ہے۔

مذید برآں تبلیغی جماعت کے مشہور چھ نمبروں میں سے ایک نمبر ''اکرام مسلم'' بھی ہے اور مندرجہ بالا پیراگراف میں زکریا صاحب کا جو طرز تکلم سامنے آیا ہے، کیا تبلیغی جماعت کے ارکین اسی کو اکرام مسلم کہتے ہیں؟ کہ جب تک کوئی تمہاری ہاں میں ہاں ملاتا رہے اسکا اکرام کرو اور جب کوئی اعتراض کرے تو اسکی بات کو بکواس قرار دیا جائے اور یہ کہا جائے کہ ''تبلیغی جماعت پر اعتراض وہ لوگ کرتے ہیں جنھوں نے جماعت میں وقت نہیں لگایا'' پس صاف ظاہر ہے کہ یہ جماعت اکرام مسلم کا محض ڈھونگ کرتی ہے یا پھر جو اہل علم تبلیغی جماعت پر اعتراض کرتے ہیں ان کو یہ جماعت مسلمان ہی نہیں مانتی ورنہ ضرور اکرام کرتی اور انکے اعتراضات کو تبلیغی جماعت کے اکابرین بکواس قرار نہ دیتے، دراصل ان کا حال وہی ہے جو قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ:

﴿ یاایھا الذین امنو لاتتخذوا بطانة من دونکم لا یالونکم خبالا ودو ماعنتم قد بدت البغضاء من افواھھم وماتخفی صدورھم اکبر قد بینا لکم الایت ان کنتم تعقلون ☆ سورة اٰل عمرآن ۱۱۸ ﴾

یعنی'' اے ایمان والو! کسی کو اپنے رازوں میں اپنوں کے سوا شریک نہ کرو، وہ (کفار و مشرکین) کمی نہیں کرتے تمہاری خرابی میں، انکی خوشی تو تمہاری تکلیف میں ہے، (کبھی کبھی) نکل پڑتی ہے انکی دشمنی ان کی زبان سے اور جو کچھ وہ اپنے دلوں میں پوشیدہ رکھتے ہیں وہ اس سے کہیں بڑھ کر ہے، ہم نے ظاہر کردی ہیں انکی نشانیاں تم پر اگر تم عقل سے کام لو ''

یعنی تبلیغی جماعت پر اعتراض کرنے لئے جماعت میں وقت لگانا ایک شرط کی حیثیت رکھتا ہے اسی شرط کی وضاحت کرتے ہوئے زکریا صاحب ایک مقام پر لکھتے ہیں کہ:

﴿ میں نے موتمر الانصار کے جلسہ میں میرٹھ کے اندر علی الاعلان کہہ دیا تھا کہ جن صاحبوں کو شبہات پیش آتے ہیں وہ چالیس روز ہمارے پاس رہیں اور سارے شبہات ایک پرچہ لکھ کر دیں اور اس عرصہ تک زبان بند رکھیں، انشاللہ سارے شبہات حل ہو جائیں گے ☆

پس معلوم ہوا کہ تبلیغی جماعت پر اعتراض کرنے سے قبل کم از کم ایک چلہ لگانا ضروری ہے اور یہ چلہ کیوں ضروری ہے اور اس سے معترضین کے اعتراضات کیونکر دور ہو جاتے ہیں اسکا جواب ہم نہیں دیتے بلکہ قارئین کے سامنے ایک حکایت پیش کر دیتے ہیں جواب خود ہی مل جائیگا جو ملفوظات نظام الدین اولیا سے لی گئی ہے اور ڈاکٹر مسعودالدین عثمانی نے اپنی کتاب میں نقل کیا ہے، لکھتے ہیں کہ:

﴿ ایک پیر تھا جس کا بیٹا محمد صاحب علم اور مرد اہل تھا جب اس نے چاہا کہ میں عالم طریقت میں آؤں تو اس نے اپنے باپ سے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ میں بھی درویش بنوں اسکے باپ نے کہا کہ پہلے تو ایک چلہ کر، اس نے کہا بہت اچھا اور باپ کے فرماتے ہی چلہ پر چل دیا جب وہ تمام ہوا تو باپ کی خدمت میں آیا، باپ نے اس سے چند مسائل پوچھے اس نے ان سب کا جواب دیا، باپ نے کہا ایک چلہ اور کرو یہ چلہ تمہارے لئے سودمند نہیں ہوا، اس نے ایک چلہ اور کیا پھر باپ کی خدمت میں حاضر ہوا، باپ نے اس سے پھر چند سوالات کئے اس نے ان میں سے کچھ کا جواب دیا، باپ نے کہا بیٹا ایک چلہ اور کرو چنانچہ اس نے ایک چلہ اور کیا اور پھر باپ کی خدمت میں حاضر ہوا، باپ نے ایک مرتبہ پھر اس سے چند مسائل دریافت کئے مگر وہ لڑکا حق میں ایسا مشغول ہو گیا تھا کہ کسی بھی سوال کا جواب نہ دے سکا ☆ ایمان خالص قسط اول ص ۱۱۰ ﴾

اب جو انسان سوال کا جواب دینے کی صلاحیت سے ہی محروم ہو جائے تو وہ خود کیا سوال کرے گا اور کس سے کرے گا، اسی لئے تبلیغی جماعت والے معترضین پر چلے کی شرط عائد کرتے ہیں اور اس حکایت سے ایک چیز یہ بھی معلوم ہوگئی کہ جو لوگ صوفیت میں غرق ہیں انکے بڑے بڑے القابات، ڈگریوں اور اونچے شملہ سے کبھی دھوکا نہیں کھانا چاہیے کیونکہ یہ سب چلے کاٹے ہوئے لوگ ہوتے ہیں کسی نے مسجد میں چلہ کاٹا ہوتا ہے تو کسی نے قبر پر اسی طرح کسی چپ کا چلہ کاٹا ہوتا ہے تو کسی نے حکیم الامت کا ایجاد شدہ سکوت کا چلہ کھینچا ہوتا ہے اور معلوم ہونا چاہیے کہ جسطرح حسابی قاعدہ میں صفر ایک ایسی مقدار ہے جسکو کسی بھی بڑی سے

بڑی رقم سے ضرب دیدیا جائے تو وہ رقم صفر ہوجاتی ہے اسی طرح چلہ بھی ایک ایسی اکائی ہے جس کے ذریعہ کسی بھی بڑے سے بڑے عالم اور علامہ کو صفر کیا جاسکتا ہے، پس ہمارے خیال میں تبلیغی جماعت والے اپنے اس دعویٰ میں سچے ہیں کہ تبلیغی جماعت پر اعتراض وہ لوگ کرتے ہیں جنہوں نے جماعت میں وقت نہیں لگایا ہوتا کیونکہ ظاہر ہے جنہوں نے وقت لگالیا ہوتا ہے انکا حال واقعہ میں مذکور پیر کے بیٹے جیسا ہی ہوجاتا ہے۔

تبلیغی جماعت کے اکابرین سے پانچ سوال

تبلیغی جماعت کے اکابرین کے سامنے اپنے سوالات پیش کرنے سے قبل مناسب معلوم ہوتا ہے کہ تبلیغی جماعت کی تحریک کے بارے میں ان ہی کے اکابرین کے بعض اقوال نقل کردیئے جائیں اس ضمن میں تبلیغ اور تبلیغی جماعت کی تعریف کرتے زکریا صاحب لکھتے ہیں کہ:

﴿تبلیغ جس کے معنی صرف پیام پہنچادینے کے ہیں اور کوئی پیام کسی کے ہاتھ بھیجد ینے کے واسطے اسکا عالم ہونا بالکل ضروری نہیں، جن اکابر کے کلام میں تبلیغ علماء کے ساتھ مخصوص ذکر کی گئی ہے وہ حقیقت میں تبلیغ کے لفظ کو عام سمجھ کر اسکا اطلاق کردیا گیا ہے ورنہ نظام الدین کی تبلیغی جماعت پر یہ اشکال بالکل وارد نہیں ہوتا اس لئے کہ ان کی تبلیغ میں صرف چھ نمبر متعینہ بتائے جاتے ہیں اور ان ہی کی مشق کرائی جاتی ہے ☆ جماعت تبلیغ پر اعتراضات اور انکے جوابات صفحہ ۲۸﴾

تبلیغی جماعت کی افادیت اور اہمیت کو بیان کرتے ہوئے زکریا صاحب لکھتے ہیں کہ:

﴿خود اہل مدرسہ اور اہل خانقاہ ہونے کے باوجود ببانگ دہل اس بات کا اعلان کرتا ہوں کہ یہ عمومی اور ضروری کام بعض وجہ سے مدارس اور خانقاہ سے زیادہ مفید اور افضل ہے ☆ جماعت تبلیغ پر اعتراضات اور انکے جوابات صفحہ ۳﴾

اسی طرح تبلیغی جماعت کی مساعی سے برآمد ہونیوالے نتائج پر روشنی ڈالتے ہوئے زکریا صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ:

﴿حضرت دہلوی نوراللہ مرقدہ کے ملفوظات میں متعدد جگہ یہ مضمون ہے کہ ہماری تبلیغی جماعت تو دھوبی کی بھٹی ہے اس میں ہر قسم کے پاک وناپاک کپڑے پڑتے ہیں اورصاف ہوتے ہیں اوراس سے کوئی بھی انکار نہیں کرسکتا کہ لاکھوں نہیں کروڑوں کی دینی حالت بہتر ہوگئی، ہزاروں نہیں لاکھوں ایسے ہیں جو کلمہ نماز کو بھی نہیں جانتے تھے، وہ تہجد گزار اور ذاکر بن گئے اور جو لوگ اپنے احوال کے اعتبار سے کفر کے قریب پہنچ گئے تھے وہ اسکی برکت سے مشائخ سلوک میں داخل ہوگئے ☆ جماعت تبلیغ پر اعتراضات کے جوابات صفحہ ۸۶﴾

اب اگر ان اقتباسات کو یکجا کیا جائے تو اسکا خلاصہ یہ نکلتا ہے کہ تبلیغ کا مطلب محض پیام کا پہنچا دینا ہے اور تبلیغی جماعت کا پیام مخصوص چھ نمبروں تک محدود ہے اوران چھ نمبروں کی تبلیغ مدارس میں دی جانیوالی قرآن وحدیث کی تدریس سے زیادہ افضل اور مفید ہے اوران چھ نمبروں کی برکت سے دنیا بھر میں کروڑں مسلمانوں کی دینی حالت بہتر ہوگئی ہے حتیٰ کہ جو لوگ کفر کے قریب پہنچ گئے تھے وہ مشائخ سلوک میں داخل ہوگئے ہیں وغیرہ وغیرہ۔

پہلا سوال: تبلیغ دین کی شرعی حیثیت کیا ہے؟:

تبلیغ دین کے ضمن میں تمام اہل علم کا اتفاق ہے کہ تبلیغ دین فرض کفایہ ہے یعنی ہر قوم میں سے چند افراد بھی اس فرض کو ادا کردیں تو یہ فرض بقیہ افراد سے ساقط ہوجاتا ہے اوراسکی دلیل قرآن کی یہ آیت ہے کہ:

﴿ولتکن منکم امة یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر واولئک ھم المفلحون☆ آل عمران ۱۰۴﴾

یعنی ''ضرور تم میں ایک گروہ ہونا چاہیے جو لوگوں کو خیر کی طرف بلائے اور نیکی کا حکم دے اور برائی سے روکے اور یہی لوگ ہیں جو کامیاب ہونے والے ہیں'' اس آیت میں جہاں ایک جانب تبلیغ کی شرعی حیثیت کا تعین کیا گیا ہے وہیں دوسری جانب تبلیغ دین کا کام کرنے والوں پر معروف اور منکر کا علم ہونے کی شرط بھی عائد کی گئی ہے، پس زکریا صاحب کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ ''تبلیغ کے معنی صرف پیام پہنچا دینا ہے''

کیونکہ تبلیغ لفظ ''بلغ'' سے ہے جس کے معنی ہوتے ہیں کسی مقصد یا معاملے کی آخری حد تک پہنچ جانا اسی سے لفظ ''بلوغت'' ہے جس کا معنی ہے انسان کا اپنی جسمانی پختگی کو پہنچ جانا۔

عرب کے بادیہ نشین صحراؤں میں پھرتے رہتے تھے، پانی پر ان کی زندگی کا دارومدار تھا، صحراء میں کہیں کہیں کنویں ہوتے تھے جن پر ڈول اور رسی رکھی رہتی تھی لیکن گرم مقامات کے کنوؤں کا پانی ہمیشہ ایک سطح پر نہیں رہتا، اکثر نیچے اتر جاتا ہے جسکی وجہ سے ڈول کی رسی پانی کی سطح تک نہیں پہنچ سکتی اس مقصد کیلئے یہ لوگ ہمیشہ اپنے ساتھ رسی کا ٹکڑا رکھتے تھے جسے ڈول کی رسی یعنی ''رشاء'' کے ساتھ باندھ دیتے تا کہ ڈول پانی تک پہنچ جائے ،اس رسی کے ٹکڑے کو ''تبلیغۃ'' کہتے تھے، یہاں سے لفظ ''تبلیغ'' کا مفہوم واضح ہوجاتا ہے یعنی اگر ایک انسان اپنی ذاتی استعداد میں کمی کی وجہ سے کسی مفہوم تک نہیں پہنچ سکتا تو اسکی اس کمی کو اسطرح پورا کردیا جائے کہ وہ اپنے مقصد تک پہنچ جائے نیز تبلیغ کا تعلق عربی کے باب ''تفعیل'' سے ہے جس میں تدریج کا مفہوم پایا جاتا ہے جیسا کہ ''تعلیم'' کا مطلب ہے بتدریج یعنی تھوڑا تھوڑا علم حاصل کرتے ہوئے ایک متعین مقام تک پہنچنا اسی طرح ''تعمیر'' کا معنی ہے کسی عمارت کو تدریجاً بناتے ہوئے تکمیل تک لے جانا اسی طرح ''تبلیغ دین'' کا مطلب ہوا کہ دین کے تمام اہم امور کی بتدریج شرح کرتے ہوئے اتمام حجت کے مقام تک لے جانا یعنی دین کے کسی ایک رکن یا محض ایک جزو کی تاکید کو دین کی تبلیغ نہیں کہا جاسکتا جیسا کہ اگر کسی کو کہا جائے کہ نماز پڑھو تو اسے تبلیغ دین نہیں بلکہ نماز کی دعوت کہا جائے گا اور دین کے اوامر کی دعوت کو امر بالمعروف کہا جاتا ہے اور اوامر میں سے نماز اور زکواۃ دو ایسے اوامر ہیں جن کا اہتمام اور انتظام عوام الناس کے ذمہ نہیں بلکہ حکمرانوں کے ذمہ ہے یعنی تبلیغی جماعت کا نماز کی دعوت کو اپنی ذمہ داری قرار دیکر خروج کرنا اپنے آپ پر ایک ایسی شیئے کو لازم کرنا ہے جو اللہ نے ان پر لازم وفرض نہیں کی جبکہ اسکے مقابلے میں قرآن کا سیکھنا ہر مسلمان پر فرض ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن کا مقصد نزول بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ:

﴿ کتاب انزلناه الیک مبارک لیدبروا آیاته ولیتذکر اولوا الالباب ☆ سورۃ ص ۲۹﴾

یعنی ''یہ مبارک کتاب اسلئے نازل کی گئی ہے تا کہ تمام اس میں غور وفکر کریں اور اہل دانش اسکے

ذریعہ سے نصیحت حاصل کریں‘‘ جبکہ تبلیغی جماعت کے اکابرین کے نزدیک قرآن وحدیث میں غور وفکر صرف ان لوگوں کی میراث ہے جن کو پندرہ (۱۵) علوم پر مہارت حاصل ہے اور اس مقصد کی خاطر یہ حضرات احادیث میں تحریف کرنے سے بھی نہیں چوکتے ،مثال کے طور پر زکریا حب تحریر فرماتے ہیں کہ:

﴿ بعض روایات میں نبی کریم ﷺ کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ مجھے اپنی امت پر سب چیزوں سے زیادہ تین چیزوں کا خوف ہے،ایک یہ کہ ان پر دنیاوی فتوحات زیادہ ہونے لگیں جس کی وجہ سے ایک دوسرے سے حسد پیدا ہونے لگے،دوسرے یہ کہ قرآن شریف آپس میں اس قدر عام ہو جائے کہ ہر شخص اسکا مطلب سمجھنے کی کوشش کرے،حالانکہ اسکے معنی ومطالب بہت سے ایسے ہیں جن کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا ☆ فضائل تبلیغ صفحہ ۲۷﴾

اس حدیث کو زکریا صاحب نے الترغیب والترہیب سے طبرانی کے حوالے کے ساتھ نقل کیا ہے، اس حدیث پر صاحب ترغیب نے جو باب قائم کیا ہے اسکا عنوان ہے ’’اس علم کا بیان جو اللہ کی رضا کیلئے نہ ہو‘‘ اور اس حدیث کے اصل الفاظ یہ ہیں کہ:

﴿ وروی عن ابی مالک الاشعریؓ انه سمع النبیﷺ یقول لا اخاف علی امتی الا ثلاث ان یکثر لهم الدنیا فتحاسدوا ، وان یفتح لهم الکتاب یاخذه المؤمن یبتغی تاویله، وما یعلم تاویله الا اللّٰه والرسخون فی العلم یقولون امنا به کل من عند ربنا ،ومایذکرالا اولواالباب وان یروا اذا علم فیضیعوه لا یبالو علیه ☆ رواه الطبرانی فی الکبیر﴾

یعنی ’’ابی مالک الاشعریؓ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا کہ مجھے اپنی امت پر تین چیزوں سے زیادہ کسی چیز کا خوف نہیں ،ایک یہ کہ دنیا کے مال کی کثرت ہو جائے جس کے سبب وہ ایک دوسرے سے حسد کرنے لگیں اور دوسرے یہ کہ ایک مسلمان کتاب کھولے اور اسمیں تاویلات تلاش کرے

جیسا کہ موجودہ زمانے میں ہر عامی و جاہل قرآن کا مفسر بن گیا ہے مثلاً سرسید احمد خان ،غلام احمد پرویز اور ڈاکٹر اسرار احمد وغیرہ حالانکہ ان تاویلات کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا،اور جو لوگ علم میں رسوخ رکھتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ جو ہمارے رب کی جانب سے ہے ہم اس تمام پر ایمان لائے ،اور اس سے اہل دانش ہی نصیحت حاصل کرتے ہیں'' صاف ظاہر ہے کہ اس حدیث میں قرآن کی عام آیات کا نہیں بلکہ صرف آیات متشابہات کا تذکرہ ہے کہ ایک زمانہ آئے گا جب لوگ ان آیات کے پیچھے لگیں گے حالانکہ ان کا مفہوم اللہ کے سوا کوئی بھی نہیں جانتا حتیٰ کہ اہل علم بھی انکے بارے میں صرف یہی کہیں گے کہ ہم ان آیات پر صرف ایمان رکھتے ہیں، چنانچہ اس حدیث کو قرآن کی دیگر آیات کے مفہوم کو سمجھنے پر چسپاں کرنا کھلم کھلا تحریف اور قرآن دشمنی کے مترادف ہے۔

بالعموم کہا یہ جاتا ہے کہ تبلیغ کا مقصد لوگوں کو دین کا پیاسا بنانا ہے کیونکہ جب پیاس ہوگی تو لوگ خود بخود دین کا علم حاصل کریں گے لیکن یہ محض ایک مفروضہ ہے جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں اور وجہ اسکی یہ ہے کہ جب لوگوں میں دین کی پیاس پیدا ہوتی ہے تو انکو قرآن وحدیث کا راستہ دکھانے کے بجائے چلے اور سہ روزہ کا راستہ دکھا دیا جاتا ہے اور پیاس بجھانے کیلئے قال اللہ قال الرسول کے دریا پر سیراب ہونے کے بجائے اپنے اپنے کنویں کی تعلیم دی جاتی ہے جہاں غلط عقائد کا زہر پہلے ہی گھول دیا گیا ہے اور پھر دعویٰ یہ کیا جاتا ہے کہ لوگ تبلیغی جماعت کی برکت سے تہجد گزار بن گئے ،ذاکر بن گئے یا مشائخ سلوک میں داخل ہو گئے لیکن قرآن وحدیث کا علم حاصل کرنے کی توفیق ان میں سے کسی کو بھی نہیں ہوتی کیونکہ اسکے لئے پندرہ (۱۵) علوم کی ضرورت ہے جو شاید انکے مشائخ کو بھی نہیں آتے کیونکہ تبلیغی جماعت کے اکابرین میں سے کسی کا بھی یہ دعویٰ کبھی ہماری نظر سے نہیں گذرا کہ وہ ان پندرہ علوم کا ماہر ہے مثلاً خود زکریا صاحب اپنے آپ کو ہر مقام پر ''ناکارہ'' کے لقب سے ذکر کرتے ہیں اب اگر کسی شخص کو پندرہ علوم پر مہارت حاصل ہو تو اسکا اپنے آپ کو ''ناکارہ'' کہنا جھوٹ کے زمرہ میں آئے گا یا نہیں اور کیا تبلیغی جماعت کے اراکین زکریا صاحب کو جھوٹا ماننے کیلئے تیار ہیں؟ اور اگر یہ جھوٹ نہیں تھا بلکہ واقعی زکریا صاحب اپنے آپ کو ''ناکارہ'' ہی سمجھتے تھے تو پھر انھوں نے قرآن وحدیث کی شرح اور مفہوم بیان کرنے کی جرأت کر کے جرم عظیم کیا کیونکہ

بقول انکے یہ تو پندرہ (۱۵) علوم کے ماہر کا کام ہے۔

دوسرا سوال: دعوت وتبلیغ کا ہدف کیا ہونا چاہیے؟:

تبلیغ دین کے ضمن میں اس بات سے سبھی واقف ہیں کہ دین کی دعوت کا اصل ہدف غیر مسلموں کو اسلام سے روشناس کرانا ہے جبکہ تبلیغی جماعت کا اصل ہدف مسلمانوں میں تبلیغ ہے، یہ بات اکثر اہل علم کو اچنبھے میں ڈالتی ہے، تبلیغی جماعت کے اکابرین کی جانب سے اسکی وضاحت یہ کی جاتی ہے کہ:

﴿مغالطہ ہے کہ دعوت غیر مسلموں کیلیئے ہے اور ان میں دعوت کی کوئی صورت نہیں حالانکہ جس طرح غیروں کو اسلام کی دعوت دی جاتی ہے اسی طرح مسلمانوں کو ایمان وعمل پر ڈالنے کیلیئے دی جاتی ہے، جیسے موسیٰ علیہ السلام فرعون کو دعوت دیتے تھے اسلام میں داخل ہونے کی اور بنی اسرائیل کو دعوت دیتے ایمان، نماز، توکل، مصائب سے چھٹکارہ پانے، دارین کی کامیابی حاصل کرنے کیلیئے ☆تبلیغی کام صفحہ ۲۸﴾

لفظ ''دعوۃ'' کے معنی بلانا یا پکارنا ہوتے ہیں، اور جب یہ بلانا یا پکارنا غیر مسلموں کی طرف ہو تو اسکو ''دعوۃ'' کہتے ہیں لیکن جب یہی بلانا یا پکارنا مسلمانوں کی طرف ہو تو مختلف اوقات میں اسکے لئے نوعیت کے اعتبار سے مختلف اصطلاحات استعمال ہوتی ہیں مثلاً ارکان دین یا فرائض کے ضمن میں اسکے لئے امر بالمعروف کی اصطلاح استعمال ہوتی ہے جبکہ سنن ونوافل کے ذیل میں اسکے لئے ترغیب وتلقین کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں اسی طرح علم وعمل کی دعوت کیلیئے تعلیم وتربیت کی اصطلاح وضع ہوئی ہے وغیرہ جبکہ اس کے بالمقابل غیر مسلمین کیلیئے دعوۃ وتبلیغ کی مطلق اصطلاح استعمال ہوتی ہے، مذید برآں ''دعوۃ'' ایسی پکار کو کہا جاتا ہے جس کا جواب دینا اور قبول کرنا مدعو کی اخراوی نجات کیلیئے ضروری ہے البتہ اس دعوۃ کے قبول پر جبر و اکراہ نہیں ہے کیونکہ کفار کیلیئے اسلام کا اصول ہے کہ ''لا اکرہ فی الدین'' یعنی دین کے قبول کرنے پر جبر نہیں ہے ،لیکن اسکے برخلاف تبلیغی جماعت کلمہ اور نماز کی جو دعوت مسلمانوں کو دے رہی ہے اسکا تعلق امر بالمعروف سے ہے جس کا قبول کرنا واجب ہے اور انکار پر عقوبت لازم ہے، پس اگر کوئی مسلمان تبلیغی

جماعت کی اس دعوت کا انکار کرتا ہے تو کیا جماعت اسکو سزا دینے کا اختیار رکھتی ہے؟ اگر نہیں تو پھر کیوں جس کا یہ کام ہے اسی کو سونپ نہیں دیتے۔

دعوت کے ضمن میں یہ بات بھی یاد رہنی چاہیے کہ دعوت اسے دی جاتی ہے جو دعوت میں شامل نہیں ہے، مثلاً اگر ہم اپنے گھر میں کھانے کا اہتمام کرتے ہیں تو کھانا شروع ہو جانے کے بعد کھانے کی دعوت صرف ان لوگوں کو دی جائے گی جنہوں نے ابھی تک کھانا شروع نہیں کیا لیکن اگر کھانا کھانے والوں میں سے کوئی یا بعض افراد کھانے کے آداب ملحوظ نہیں رکھتے اور آداب کے خلاف کھانا کھاتے ہیں تو اس موقعہ پر ان کو جو سرزنش کی جائے گی اسے دعوت نہیں بلکہ تعلیم وتلقین یا اصلاح کہا جائے گا اس اعتبار سے جب کوئی شخص مسلمان ہونے کا دعویدار ہو تو پھر خواہ اسکا کلمہ درست کیا جائے یا نماز یا کوئی اور فعل ہو، اس درستگی کے عمل کو دعوت ہرگز نہیں کہا جا سکتا بلکہ اسکے لئے تعلیم وتربیت کی اصطلاح استعمال ہوگی اور تعلیم وتربیت علماء کا کام ہے کیونکہ علماء ہی انبیاء کے وارث ہیں، پس معلوم ہوا کہ دعوت وتبلیغ صرف غیر مسلموں کے ساتھ خاص ہے البتہ وہ مسلمان جنکے عقائد خراب ہوں تو ان کے عقیدہ کی تصحیح بھی ضمناً دعوت وتبلیغ میں داخل ہے کیونکہ ایسے لوگوں کا شمار ظاہری طور پر مسلمانوں میں ہے لیکن اپنے عقیدہ کے اعتبار سے ایسے لوگ غیر مسلموں سے الحاق رکھتے ہیں، اسی لئے موسیٰ علیہ السلام کی دعوت فرعون کے ساتھ ساتھ بنی اسرائیل کی طرف بھی تھی کیونکہ مشرکین کے ماتحت رہنے کی وجہ سے بنی اسرائیل کا عقیدہ بھی برباد ہو چکا تھا حتیٰ کہ انہوں نے اللہ کے رسول موسیٰؑ سے عبادت کی غرض سے بچھڑا اپنانے کی درخواست کی اور پھر موسیٰؑ کی غیر موجودگی میں بچھڑا اپنا کر عبادت بھی کرنے لگے لیکن تبلیغی جماعت کی تحریک پر اس قسم کی دعوت کا اطلاق نہیں ہوسکتا کیونکہ عقیدہ کی اصلاح جماعت کے منشور میں شامل ہی نہیں اور تبلیغی جماعت کا نظریہ ہے کہ اعمال کی اصلاح سے عقیدہ کی اصلاح خود بخود ہو جاتی ہے لیکن یہ نظریہ صحیح نہیں کیونکہ اگر عقیدہ کی اصلاح محض اعمال سے ہوسکتی تو انبیاء کرام یہ طریقہ کار ضرور اختیار کرتے لیکن اسکے برخلاف انبیاء کرام نے جب تک عقیدہ کی اصلاح نہیں کر لی اپنی اپنی قوم اور امت کو اعمال کی ترغیب نہیں دی، پس معلوم ہونا چاہیے کہ دعوت وتبلیغ کا ہدف غیر مسلم یا صرف بد عقیدہ مسلمان ہوسکتے ہیں اسلئے تبلیغی جماعت کا عام مسلمانوں کو اعمال کی دعوت دینا محض جہالت ہے۔

تیسرا سوال: دعوت وتبلیغ کا نصاب کیا ہونا چاہیے؟:

اللہ تبارک وتعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ:

﴿ یاایھاالرسول بلغ ماانزل الیک من ربک و ان لم تفعل فمابلغت رسالته واللّٰه یعصمک من الناس ان اللّٰه لایھدی القوم الکافرین ☆المائدة ٦٧﴾

یعنی ''اے رسول ﷺ آپ اس چیز کی تبلیغ کیجئے جو آپ کے رب کی جانب سے آپ کی طرف نازل ہوئی ہے اور اگر آپ نے ایسا نہیں کیا تو جان لیجئے کہ آپ نے تبلیغ کا حق ادا نہیں کیا اور بے شک اللہ آپ کو لوگوں کے شر سے محفوظ رکھے گا، اور اللہ کافروں کو ہدایت نہیں دیتا'' اور ایک دوسرے مقام پر انبیاء کرام اور انکے نائبین کا تبلیغی نصاب بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ:

﴿الذین یبلغون رسالات اللّٰه ویخشونه ولا یخشون أحدا الا اللّٰه وکفی باللّٰه حسیبا ☆ الأحزاب ٣٩﴾

یعنی ''وہ لوگ اللہ کے احکامات کی تبلیغ کیا کرتے تھے اور اللہ ہی سے ڈرتے تھے اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے تھے، اور اللہ حساب لینے کیلئے کافی ہے'' جبکہ تبلیغی جماعت قرآن وحدیث اور احکامات دین کے بجائے فضائل اعمال کو اپنا نصاب بنائے بیٹھی ہے اور اہل تبلیغ کی جانب سے دلیل یہ دی جاتی ہے کہ قرآن وحدیث کی تعلیم کیلئے پندرہ علوم کی ضرورت ہے اور احکامات کے بیان سے اختلاف پیدا ہوتا ہے جبکہ فضائل کے بیان سے لوگوں کو جوڑا جاسکتا ہے نیز فضائل اعمال میں بھی قرآنی آیات اور احادیث مبارکہ موجود ہیں اسلئے فضائل اعمال کی تبلیغ قرآن حدیث کی تبلیغ ہی ہے اسکا جواب یہ ہے کہ اگر کسی عالم کی کتاب میں شامل قرآنی آیات اور احادیث کی تلاوت سے قرآن وحدیث کی تعلیم ہوجاتی ہے تو پھر قرآن وحدیث تو شیعہ حضرات کی کتابوں میں بھی ہے، قادیانیوں کی کتابوں میں بھی ہے اور منکرین حدیث اور بریلوی علماء بھی اپنے موقف کو ثابت کرنے کیلئے قرآن وحدیث کا ہی سہارا لیتے ہیں کیا ان سب علماء کی کتابوں میں شامل آیات اور احادیث کی تعلیم کو قرآن وحدیث کی تعلیم کہا جاسکتا ہے اگر نہیں تو پھر مولانا زکریا صاحب کی متنازعہ

تصنیف فضائل اعمال سے بھی قرآن حدیث کی تعلیم حاصل نہیں ہوسکتی۔

چوتھا سوال: کیا کلمہ اور نماز کی درستگی سے عقیدہ درست ہوجاتا ہے؟

قرآن کریم میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

﴿ یا ایھا الذین آمنوا ادخلوا فی السلم کافة ولاتتبعوا خطوات الشیطان انه لکم عدو مبین☆ سورة البقرة ۲۰۸﴾

یعنی ’’اے ایمان والو! دین میں پورے کے پورے داخل ہوجاؤ اور شیطان کے راستوں کی پیروی نہ کرو بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے‘‘ یہاں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اہل ایمان کو اسلام کی مکمل تابعداری کا حکم دیا ہے اور شیطان کی تابعداری سے روکا ہے اور ان دونوں احکامات کے ساتھ ساتھ آنے سے ان کا آپس میں تعلق یہ بنتا ہے کہ اسلام کے کسی ایک یا بعض احکامات کو مان لینا اور بعض کو عملاً یا اعتقاداً ترک کر دینا شیطان کی پیروی کا سبب بنتا ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ اسلام کی پندرہ سو سالہ تاریخ میں آج تک جتنے بھی فرقے وجود میں آئے ان میں سے اکثر کی بنیاد اسی چیز پر تھی کہ وہ اسلام کے بعض احکامات کو بعض سے خاص کرتے تھے یعنی جتنے بھی فرقے وجود میں آئے انکے مؤسسین نے اسلام کے بعض احکامات کو اصل قرار دیکر دیگر احکامات کی عربی لغت یا منطق اور فلسفہ سے تاویل کی نتیجتاً ہر وہ گروہ جو ابتداء میں محض ایک تحریک تھا وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ فرقہ بنتا چلا گیا اور اسی قسم کی غلطی اس وقت تبلیغی جماعت کی تحریک بھی کر رہی ہے ہجرت وجہاد کی اصطلاحات کو عربی لغت سے حل کرنے کی کوشش کرتی ہے اور تبلیغ کے حکم کو دین کا اصل قرار دیکر باقی احکامات کو اسکا تابع قرار دیتی ہے نیز اپنے ایجاد کردہ خاص طریقہ کو دین قرار دیتی ہے جیسا کہ زکریا صاحب ایک مقام پر تحریر فرماتے ہیں کہ:

﴿ سارے اعتراضات صرف اسلیئے پیدا ہوتے ہیں کہ تبلیغی جماعت کا کام وعظ ونصیحت سمجھا جاتا ہے، حالانکہ اصل حقیقت یہ ہے کہ یہاں تبلیغ سے مراد ایک خاص نظام عمل ہے یعنی ایک خاص قسم کے دینی اور دعوتی ماحول میں، خاص اصولوں کے ساتھ، کچھ خاص اعمال واشتغال کی پابندی کرتے ہوئے، خاص پروگرام کے مطابق زندگی گذارنا جس

سے ایمانی کیفیت میں ترقی ہو، دین سے تعلق اور واقفیت بڑھے، اعمال واخلاق کی کچھ اصلاح ہو اور دین کیلئے جانی ومالی قربانی کی عادت پڑے الغرض یہاں تبلیغ سے مراد یہی خاص عملی پروگرام ہے☆ جماعت تبلیغ پر اعتراضات اور انکے جوابات صفحہ ۱۳۲﴾

زکریا صاحب کے فرمائے ہوئے اس خاص تبلیغی پروگرام کا تقابل اگر انبیاء کرام کے عام تبلیغی پروگرام سے کیا جائے تو مندرجہ ذیل نکات سامنے آتے ہیں کہ:

اولاً: انبیاءکرام کا کام وعظ ونصیحت تھا جبکہ تبلیغی جماعت کا پروگرام وعظ ونصیحت نہیں بلکہ تبلیغی جماعت کے اکابرین کے جانب سے ارکین جماعت کو وعظ کہنے کی پابندی ہے۔

ثانیاً: انبیاءکرام کی دعوت کسی خاص نظام عمل کی طرف نہیں بلکہ ایک مشترکہ نظام عمل کی طرف تھی جس کا عنوان تھا کہ ’’عبادت اللہ کے سوا کسی اور کی نہ کی جائے‘‘۔

ثالثاً: انبیاءکرام نے جو دینی ودعوتی ماحول پیدا کیا اسکا مقصد اپنی پوری قوت ایک ہی مرکزی مقام پر مجتمع کرکے دین اسلام کا قیام تھا جبکہ تبلیغی جماعت کے نزدیک دینی و دعوتی ماحول سے مراد اپنے اپنے علاقوں سے خروج کرکے دنیا کے گوشہ گوشہ میں اپنے ارکین کو پہنچا کر دین تصوف کو پھیلانا ہے۔

رابعاً: انبیاءکرام کی دعوت کچھ خاص اعمال واشتغال کی نہیں بلکہ مکمل دین کی تھی جبکہ تبلیغی جماعت کی دعوت چھ نمبروں تک محدود ہے۔

ان نکات کی روشنی میں ہم یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ تبلیغی جماعت کا یہ دعویٰ درست نہیں کہ کلمہ اور نماز کی وجہ سے لوگوں کی دینی حالت درست ہوتی ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ جس چیز کو تبلیغی جماعت دینی حالت کی درستگی سے تعبیر کرتی ہے وہ ارکین تبلیغی جماعت کی نماز کی پابندی، داڑھی، ٹوپی اور تسبیح ہے اور یہ چیزیں دینی حالت کی درستگی کی غماز نہیں بلکہ تبلیغی جماعت کے ہتھیار ہیں جن کی وساطت سے تبلیغی جماعت کے اکابرین مذید افراد کو شکار کرتے ہیں یعنی ایک عام مسلمان کو ان خوشنما اعمال کی قیمت عقائد کی بربادی کی

صورت میں ادا کرنی پڑتی ہے جو یقینی طور پر ایک مہنگا سودا ہے۔

پانچواں سوال: کلمہ اور نماز کی درستگی کا کیا مطلب ہے؟:

تبلیغی جماعت عوام الناس کے کلمہ کو کس طرح درست کرتی ہے اسکا تجزیہ ہم گذشتہ صفحات میں تبلیغی جماعت کے دلفریب اقوال کے عنوان میں ''پہلا قول'' کے تحت بیان کر چکے ہیں چنانچہ اسکا اعادہ کرنے کی اب چنداں ضرورت نہیں البتہ نماز کی درستگی کے متعلق تبلیغی جماعت کے اکابرین کا کیا عقیدہ ہے اسکا بیان مندرجہ ذیل حوالہ جات کے ذریعہ سامنے آجائے گا اس ضمن میں صحیح مسلم کی ایک مرفوع روایت میں نبی کریم ﷺ کا واضح فرمان موجود ہے کہ ''جس نے جان بوجھ کی نماز ترک کی اس نے کفر کیا'' اسی فرمان نبوی ﷺ کی روشنی میں صحابہ کرام کا جو عقیدہ ہے اسے خود مولانا زکریا صاحب ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں کہ:

﴿ بڑے بڑے صحابہؓ جیسا کہ حضرت عمرؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ وغیرہ حضرات کا مذہب یہی ہے کہ بلا عذر جان بوجھ کر نماز چھوڑنے والا کافر ہے ائمہ میں سے حضرت امام احمد بن حنبلؒ، اسحاق بن راہویہؒ اور ابن مبارکؒ کا بھی یہی مذہب نقل کیا جاتا ہے ☆ فضائل نماز ص ۲۶ ﴾

اسکے بعد اپنا مذہب نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

﴿ اگر کوئی شخص تمام عمر نماز نہ پڑھے، کبھی روزہ نہ رکھے اسی طرح کوئی اور فرض ادا نہ کرے بشرطیکہ اسکا منکر نہ ہو تو وہ کافر نہیں، جس فرض کو ادا نہیں کرتا اسکا گناہ ہوتا ہے اور جو اعمال ادا کرتا ہے ان کا اجر ملتا ہے ☆ فضائل رمضان ص ۳۶ ﴾

پس صاف ظاہر ہے کہ تبلیغی جماعت کی تبلیغ کا اصل مقصد بے نماز ی حضرات کو نمازی بنانا نہیں بلکہ اس جماعت کا اصل ہدف وہ نمازی حضرات ہیں جو پہلے ہی سے نماز کے عادی ہیں یہی سبب ہے کہ تبلیغی جماعت اپنی تبلیغ کیلئے بازاروں، پارکوں اور دیگر فحاشی اور کھیل تماشوں کے اڈوں کے بجائے مساجد کا انتخاب کرتی ہے تاکہ نمازی حضرات کو آسانی سے شکار بنایا جاسکے اور پھر ان نمازیوں کو صوفیاء کے طرز پر روزہ، نماز

،ذکراور مراقبہ کے طریقوں پر لایا جاسکے اس مقصد کیلئے ان بھولے بھالے نمازیوں کو زکریا صاحب کی فضائل اعمال پڑھکر سنائی جاتی ہے جہاں صوفیاء حضرات کے غیر شرعی طریقہ پر عمل کی ترغیب دی جاتی ہے مثال کے طور پر فضائل اعمال کی یہ عبارات ملاحظہ ہوں لکھتے ہیں کہ:

﴿ ایک سید صاحب کا قصہ لکھا ہے کہ بارہ دن تک ایک ہی وضو سے ساری نمازیں پڑھیں اور پندرہ برس تک مسلسل لیٹنے کی نوبت نہیں آئی کئی کئی دن ایسے گذر جاتے کہ کوئی چیز چکھنے کی نوبت نہ آتی تھی ☆ فضائل نماز ص ٦٨ ﴾

﴿ سعید بن المسیبؒ کے متعلق لکھا ہے کہ پچاس برس تک عشاء اور صبح کی نماز ایک ہی وضو سے پڑھی اور ابوالمعتمر کے متعلق لکھا ہے کہ چالیس برس تک ایسا ہی کیا امام غزالیؒ نے ابو طالبؒ مکی سے نقل کیا کہ چالیس تابعین سے تواتر کے طریق سے یہ بات ثابت ہے کہ وہ عشاء کے وضو سے صبح کی نماز پڑھتے تھے ان میں سے بعض کا چالیس برس تک یہی عمل رہا۔ حضرت امام اعظمؒ کے متعلق تو بہت کثرت سے یہ چیز نقل کی گئی کہ تیس یا چالیس یا پچاس برس عشاء اور فجر ایک ہی وضو سے پڑھی ☆ فضائل نماز ص ٧٠ ﴾

اسی طرح اور بھی بہت سے اسی نوعیت کے واقعات نقل کئے گئے ہیں جن میں بعض ائمہ اور سلف صالحین کے بھی نام لے کر ان کی جانب اس طرح کی غیر شرعی عبادت کے واقعات منسوب کئے گئے ہیں جنہیں پڑھکر جو شخص فطرت سلیمہ پر ہوگا وہ ان اسلاف سے خواہ مخواہ بدظن ہو جائے گا اور جو ان واقعات کو سچ اور دین کا حصہ سمجھے گا وہ ان واقعات کی تقلید کرنے کے چکر میں اپنی عقل وخرد سے ہاتھ دھو بیٹھے گا کیونکہ جب کوئی انسان فطرت کے خلاف کسی چیز پر کاربند ہو جائیتو اسکا نتیجہ کبھی بھی مثبت نہیں ہوتا رات کے اوقات کو اللہ تعالیٰ نے بنیادی طور پر نیند کے لئے بنایا ہے اسکے کچھ حصے میں جاگنا یقیناً عبادت ہے مگر ہمیشہ پوری رات جاگ کر عبادت کرنا غیر فطری عمل ہے جو انسانی صحت اور عقل کے لئے قطعی مفید نہیں ہے اور یہی قرآن کا حکم بھی ہے سورہ مزمل میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ:

﴿ **نصفه اوانقص منه قليلا** ☆ **سوره المزمل ٣** ﴾

یعنی آدھی رات یا اس سے بھی کم رات میں عبادت کیجئے اب زکریا صاحب اس قسم کے من گھڑت

واقعات نقل کر کے کیا یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ ہمارے اسلاف نے قرآن کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہوئے چالیس یا پچاس سال مسلسل پوری رات عبادت میں گذاردی ہرگز نہیں ہمارے اسلاف قرآن وحدیث کے حکم خلاف کبھی ایسا نہیں کر سکتے البتہ صوفیا کا یہ طریقہ اگر رہا ہو تو ہم مان سکتے ہیں کیونکہ وہ اپنے تیئں ہر قسم کی شرعی پابندی سے آزاد ہو سکتے ہیں اور ہوتے رہے ہیں اسلئے زکریا صاحب کا صوفیاً کے کسی غیر شرعی فعل پر پردہ ڈالنے کے لئے سلف صالحین کے بارے میں ان افعال کا گھڑنا عوام الناس کو دھوکا دینے اور سلف صالحین پر تہمت لگانے کے مترادف ہے نیز کلمہ اور نماز کی تبلیغ یہ عمل جو ایک خود ساختہ بدعت ہے اس کے متعلق اراکین تبلیغی جماعت میں جس قدر غلو اور اندھی عقیدت پائی اسکا اندزہ ان بعض واقعات سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے جو ہم یہاں بطور نمونہ نقل کر رہے ہیں، ملاحظہ فرمائیے:

﴿ طاہر شاہ صاحب چند سال پہلے بہت بیمار ہو گئے اور ہسپتال میں داخل ہوئے جب ان کی حالت بگڑ گئی تو ان کے والدین کی روحیں ان کے پاس کمرے میں آئیں اور کہا کہ اگلے جہاں چلنے کا وقت ہے ہم انتظار کر رہے ہیں چنانچہ دو فرشتے آئے اور طاہر شاہ کو لے گئے کہ اللہ کے ہاں پیش ہونا ہے اور طاہر شاہ صاحب کی روح کو آسمانوں پر لے گئے وہاں مولانا یوسف اور احمد علی لاہوری سے ملاقات ہوئی، یہ دونوں حضرات پریشان ہو گئے کہ دعوت کا کام کرنے والا اکیلا طاہر شاہ تھا اسکو اللہ میاں نے بلوالیا پھر یہ بات مولانا الیاس صاحب سے کہی گئی انہوں نے جا کر حضور ﷺ سے شکایت کی اور طاہر شاہ کو واپس دنیا میں جانے کو کہا اسی دوران میں طاہر شاہ ہسپتال میں وفات پا چکے تھے اور ان کی میت کو گھر لایا جا رہا تھا کہ شاہ صاحب اٹھ بیٹھے اور خود چل کر گھر گئے یہ واقعہ خود شاہ صاحب نے مجھے سنایا اور اسی طرح نقل کر رہا ہوں بحوالہ قبر کی زندگی اور موت کے چند واقعات و مشاہدات از پروفیسر ڈاکٹر نور احمد نور نشتر میڈیکل کالج ملتان ☆ مکتبہ خلیل یوسف مارکیٹ ،اردو بازار لاہور، پاکستان صفحہ ۳۹،۴۰ ﴾

﴿ تابش مہدی صاحب اپنی کتاب ''تبلیغی جماعت اپنے بانی کے ملفوظات کے آئینہ میں''

صفحہ ۱۸ پر لکھتے ہیں ایک صاحب نے بتایا کہ مہاراشٹر کالج ممبئی کی مسجد میں ایک بار جماعت آئی گشت کا پروگرام بنا تو کچھ دیر کے لئے وہ صاحب بھی بیٹھ گئے لیکن جب گشت کے فضائل اس طرح بیان ہوئے۔'' دوستو اور بزرگو یہ گشت والا عمل بڑے اجر و فائدہ کا عمل ہے کیونکہ انبیاء وصحابہؓ کا عمل ہے اس راہ میں چلنے والا ہر قدم اتنا متبرک ہے اتنا متبرک ہے اگر چلنے والے کی نظر کسی حاملہ عورت پر پڑ جائے تو انشاء اللہ پیدا ہونے والی اولاد ولی پیدا ہوگی ﴾

﴿ تابش مہدی صاحب کتاب مذکور کے ص ۱۶ میں لکھتے ہیں مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ۱۹۶۷ء میں بیجی پور ضلع پرتاب گڑھ کے اجتماع میں ایک مشہور تبلیغی واعظ کھڑے ہوئے پہلے انہوں نے فضیلت جہاد کی کئی حدیثیں سنائیں اس کام کو جہاد سے تعبیر کرتے ہوئے فرمایا بھئی اب یہ بتاؤ کہ آپ میں سے کون کون گدھے کی موت مرنا چاہتا ہے ذرا ہاتھ اٹھائیں کسی نے جب ہاتھ نہیں اٹھایا تو موصوف نے فرمایا اچھا وہ بھائی ہاتھ اٹھائیں جو گھوڑے (یعنی مجاہد کی) موت مرنا چاہتے ہیں تو سب کے سب نے ہاتھ اٹھا دیا پھر اس کے بعد فرمایا بھئی سچی بات تو یہ ہے کہ اگر گھوڑے کی موت مرنے کی تمنا دل میں ہے تو کم از کم ایک چلّہ تو اللہ کی راہ میں دینا ہی پڑے گا ﴾

اب قارئین کرام خود فیصلہ کریں کہ جو جماعت دین کے باقی تمام امور سے صرف نظر کرتے ہوئے صرف کلمہ اور نماز کی درستگی میں لگی ہوئی ہو اسکے ارکان کے بارے میں اتنا مبالغہ کرنا کیا اس بات کی طرف نشان دہی نہیں کرتا یہ جماعت دین کے نام پر جھوٹ بولنے میں ایک عالمی اور تاریخی ریکارڈ قائم کر چکی ہے، اور اب ہم ایسی جماعت میں شامل ہونے کے بجائے اس جماعت کے لوگوں کیلئے ہدایت کی دعا اور دواء مذکورہ کے علاوہ اور کیا کر سکتے ہیں؟

تبلیغی جماعت کا دعویٰ یہ بھی ہے کہ یہ جماعت لوگوں کا کلمہ اور نماز درست کرنے نکلی ہے لیکن سوال یہ ہے کہ کیا مسائل کا علم حاصل کئے بغیر کسی کی نماز درست ہوسکتی ہے؟ مثلاً شافعیہ کے نزدیک سورۃ فاتحہ

ہر نماز کی ہر رکعت میں فرض ہے خواہ نماز جہری ہو یا سری، منفرد شخص کی ہو یا امام کے پیچھے مقتدی ہو اور احادیث صیحہ سے بھی یہی ثابت ہے جو شخص نماز میں سورۃ الفاتحہ نہ پڑھے اسکے نماز باطل ہے لیکن جب تبلیغی جماعت کے مبلغین کو اختلافی مسائل چھیڑنے کی اجازت ہی نہیں تو پھر یہ کس طرح معلوم ہوگا کہ کس کی نماز درست ہے اور کس کی نماز باطل ہے، جب نماز کے فرائض وارکان بتانے کی بھی اس جماعت کو اجازت نہیں اور کسی کی نماز خراب ہو تو اسکی اصلاح کی اجازت اس جماعت کو نہیں تو پھر اس جماعت کا کام سوائے لوگوں کی بھیڑ جمع کرنے سے زیادہ کیا ہوا؟ اور اگر اس جماعت کا مقصد محض لوگوں کو نمازی بنانا ہے تو پھر نماز تو قادیانی بھی پڑھتے ہیں، شیعہ بھی پڑھتے ہیں اور بوہری بھی پڑھتے ہیں کیا ان سب کی نماز انہیں جنت میں لے جائے گی؟ صاف ظاہر ہے کہ نہیں کیونکہ ان نماز سنت رسول ﷺ کے خلاف اور عقائد باطل ہیں اور یہی حال تبلیغی جماعت کا بھی ہے، قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

﴿ یاایھاالذین آمنوا اطیعو اللّٰہ و اطیعو الرسول ولا تبطلوا اعمالکم ☆ سورۃ محمد ۳۳ ﴾

یعنی ''اے ایمان والو! اللہ اور اسکے رسول ﷺ کی فرمابرداری کرو اور اپنے اعمال کو برباد نہ کرو'' اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ عمل کے لئے صحیح ایمان شرط اول ہے اور عمل وہی قبول ہے جو سنت رسول ﷺ کے مطابق ہو یعنی ہر وہ عمل باطل اور مردود ہے جو عقائد کی درستگی کے بغیر کیا جائے کیونکہ یہاں عمل کا مطالبہ صرف اہل ایمان سے ہے اور اہل ایمان کا بھی صرف وہی عمل قابل قبول ہے جو سنت رسول ﷺ کے موافق ہو، پس نماز درست کرنے کیلئے ضروری ہے کہ نماز کے تمام مسائل میں اللہ اور اسکے رسول ﷺ کا حکم معلوم کیا جائے کیونکہ اختلافی مسائل میں اللہ اور اسکے رسول ﷺ کا حکم اختلافی مسائل کے چھپانے سے نہیں بلکہ اختلافی مسائل کی تحقیق کرنے سے معلوم ہوتا ہے۔

حرف آخر

عزیز تبلیغی بھائیو!

ہمیں یقین ہے کہ آپ نے تبلیغی جماعت کو قطعی نیک نیتی اور حسن ظن کی بنیاد پر گلے لگایا ہے، آپ کے پرخلوص جذبات اور احساسات کا ہمیں بخوبی اندازہ ہے، آپ نے یقیناً تبلیغی جماعت کو ایک عظیم اور غیر متعصب جماعت اور تحریک سمجھ کر اختیار کیا ہے، ہمارے نزدیک آپ کے جذبات قابل قدر اور ایمانی تقاضہ کے عین مطابق ہیں لیکن معلوم ہونا چاہیے کہ ہدایت کا راستہ حاصل کرنے کیلئے محض نیک نیتی اور خلوص کافی نہیں بلکہ اسکے ساتھ ساتھ تحقیق اور علم کی بھی اشد ضرورت ہوتی ہے اور یہ کام آپ کو اپنے طور پر ہی کرنا ہوگا کیونکہ موجودہ تبلیغی جماعت علم و تحقیق کی قطعی طور پر قائل نہیں ہے بلکہ موجودہ تبلیغی جماعت تقلید کی قائل ہے اور اس جماعت کا یہی طریقہ اور اصول ہے کہ لوگوں کو برائیوں سے نہ روکا جائے بلکہ انہیں اپنے ساتھ لیکر خروج کیا جائے اور چلے اور سہ روزے لگائے جائیں اس طرح ماحول بدل جانے سے وہ خود بخود برائی چھوڑ دیں گے اور یقیناً ایسا ہوتا بھی ہے کہ بہت سے لوگ متعدد اخلاقی برائیوں کو ترک کر دیتے ہیں اور نماز روزہ کے پابند ہو جاتے ہیں، داڑھی رکھ لیتے ہیں اور ٹوپی اور تسبیح پکڑ لیتے ہیں اور اسی وجہ سے عوام الناس کی اکثریت تبلیغی جماعت سے بہت جلد متاثر ہو جاتی ہے اور پھر تبلیغی جماعت کے منہج کے خلاف آواز بلند کرنے والے اہل علم کی پکار پر کان دھرنے کو بھی تیار نہیں ہوتی جبکہ حقیقت یہ ہے کہ اس وقت بھی علماء کی کثیر تعداد تبلیغی جماعت سے اتفاق نہیں رکھتی لیکن مصیبت یہ ہے کہ آج ہم اس دور میں سانس لے رہے ہیں جہاں جمہوریت کی لعنت ہم پر مسلط ہے جہاں لوگ دلائل کو نہیں بلکہ عوام کی اکثریت کو دیکھتے ہیں اور کسی بھی اشتہار بازی سے بہت جلد متاثر ہو جاتے ہیں حالانکہ تبلیغی جماعت کی اشتہاری داڑھی، ٹوپی، تسبیح اور بعض ظاہری اعمال جیسا کہ نماز اور روزہ کے مقابلے میں حقیقی دینی نقصانات کی فہرست بہت طویل ہے اور ہماری زیر نظر تصنیف اسی فہرست کا ایک خلاصہ ہے کیونکہ اگر یہی خوشنما افعال و اعمال دین کی بنیاد اور اساس ہوتے تو نبی کریم ﷺ خوارج کو ''جہنم کے کتے'' ہرگز نہیں فرماتے حالانکہ پندرہ سو سال کی اسلامی تاریخ میں صحابہ

کرام کے بعد اگر کوئی جماعت اعمال وافعال اور راست بازی کے اعتبار سے بلند ترین درجہ پر تھی تو وہ خوارج کی جماعت تھی اسکے باوجود نبی کریم ﷺ نے خوارج کی سخت الفاظ میں مذمت فرمائی کیونکہ دین اسلام میں بدعمل کے ساتھ رعایت ممکن ہے لیکن بدعقیدہ کے ساتھ رعایت کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

عزیز تبلیغی بھائیوں ایک بات جو اکثر آپ حضرات کو تبلیغی جماعت کے ساتھ جڑے رہنے پر مجبور کرتی ہے حتیٰ کہ تبلیغی جماعت کے لائحہ عمل کے بارے میں مشکوک اور دل گرفتہ ہو جانے کے بعد بھی تبلیغی جماعت کی معیت اور معاونت کو ترک کرنے میں ایک بہت بڑی رکاوٹ بنتی ہے وہ یہ ہے کہ ''اگر تبلیغی جماعت میں واقعی اس قدر نقائص اور گمراہیاں ہیں جیسا کہ بعض ہم جیسے لوگ بیان کرتے ہیں تو پھر آخر بڑے بڑے جید علماء کیوں کھل کر اس جماعت کا راستہ نہیں روکتے'' اسکا جواب یہ ہے کہ موجودہ زمانے کے حکمرانوں نے ہر بڑے عالم کو اپنے مفادات اور اسکی مجبوریوں کے شکنجے میں اس طرح کس دیا ہے کہ وہ حق باتوں میں سے صرف ان ہی باتوں کو منبر رسول ﷺ سے بیان کر سکتے ہیں جو موجودہ حکمرانوں کو ناگوار نہ گذریں اور ہم اچھی طرح جانتے ہیں کہ تبلیغی جماعت موجودہ حکمرانوں کی پسند کے عین مطابق کام کر رہی ہے کیونکہ تبلیغی جماعت کا کوئی بھی اجتماع ہو وہاں موجودہ حکمرانوں کے کسی غلط یا غیر اسلامی اور غیر اخلاقی طرز عمل پر احتجاج تو کجا اسکے بیان کو بھی حرام سمجھا جاتا ہے نیز تبلیغی جماعت جہاد بالسیف کی ذکر سے بھی ایسا گھبراتی ہے جیسا کہ پاگل کتا پانی سے دور بھاگتا ہے اور یہ دونوں ہی چیزیں ہمارے تمام موجودہ مسلم و غیر مسلم حکمرانوں کو نہایت مرغوب ہیں مذید برآں اس موجودہ دور کی ایک دوسری بہت بڑی لعنت وحدت ادیان کا مسئلہ ہے جس کی زلف گرہ گیر کے اسیر اور علمبردار ہمارے تمام موجودہ مسلم اور غیر مسلم حکمران ہیں جو چاہتے ہیں کہ انکی ریاستوں میں مذہب کی بنیاد پر، حق اور ناحق کی بنیاد پر، سنت اور بدعت کی بنیاد پر کسی قسم کا کوئی فساد اور جھگڑا اعوام الناس میں پیدا نہ ہونے پائے کیونکہ دراصل کسی بھی حکومت کو سب سے زیادہ خطرہ ہمیشہ دینی اور مذہبی تصادم سے درپیش ہوتا ہے کیونکہ اکثر اوقات مذہبی تصادم اپنے حکمرانوں کے خلاف تحریک پر مرکوز ہو جاتا ہے اور حکومتوں کے خاتمہ کا سبب بنتا ہے جس کی بے شمار مثالیں موجود ہیں۔

وحدت ادیان کا فلسفہ یہ ہے کہ سب سے بڑا مذہب انسانیت ہے چنانچہ ہر وہ بات اور ہر وہ کام

انسانوں کے درمیان اختلاف اور انتشار کا سبب ہوا سے ترک کر دینا چاہیے اور یہ ایک اٹل حقیقت ہے کہ تاریخ انسانی تاریخ کے شدید ترین اختلافات اور جنگیں اکثر اوقات مذہب کی بنیاد پر ہی ہوئی ہیں پس اس اعتبار سے ساری دنیا کے حکمرانوں کیلئے صوفیاء کا وجود ایک نعمت مترقبہ سے کسی طرح کم نہیں ہے کیونکہ صوفیاء کے دین میں جہاد بالسیف کی قطعی کوئی گنجائش نہیں ہے اور موجودہ تبلیغی جماعت صوفیاء کے منہج اور دین پر گامزن ہے، پس اس اعتبار سے بھی موجودہ تبلیغی جماعت تمام موجودہ حکمرانوں کی منظور نظر ہے اور یہی سبب ہے کہ تمام بڑے علماء تبلیغی جماعت کی کھلم کھلا مخالفت سے گھبراتے ہیں بلکہ بسا اوقات بعض اہل علم جو تبلیغی جماعت کی مخالفت کرتے ہیں انہیں وزرات الاوقاف میں طلب کر کے سرزنش کی جاتی ہے حالانکہ اوقاف کے مدیر بھی اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ یہ تبلیغی جماعت صحیح اسلامی نہج پر کام نہیں کر رہی ہے مگر اسکے باوجود اس جماعت کو کھلی چھٹی دی جاتی کیونکہ وزات الاوقاف کے ارباب اختیارت کو بھی اعلیٰ حکام کی جانب سے یہی حکم ہوتا ہے کہ اس جماعت کو ملک کی تمام مساجد میں آزادی سے کام کرنے دیا جائے۔

پس تمام تبلیغی بھائیوں سے ہماری یہی گذارش ہے کہ تصوف کے حاملین کی جانب سے پھیلائے ہوئے خوشنما اعمال وافعال کے جال (تبلیغی جماعت) میں پھنس کر اپنی دنیا اور آخرت کو برباد نہ کریں کیونکہ تصوف کسی روحانی مرض کا علاج نہیں بلکہ بذات خود ایک بیماری ہے جو اسلام سے پہلے بھی رہبانیت کے نام سے دنیا میں موجود تھی، آج تصوف کے حاملین کبھی اس تصوف کو اسلام اور ایمان کے بعد ایک بلند درجہ ''احسان'' سے تعبیر کرتے ہیں اور کبھی اس تصوف کو ''تقویٰ'' کا نام دیا جاتا ہے حالانکہ تصوف ''احسان یا تقویٰ'' نہیں بلکہ درحقیقت یہ ''تقویٰ کا ہیضہ'' ہے جو اسلام سے قبل بھی متعدد امتوں کو لاحق ہوتا رہا ہے اور آج امت مسلمہ بھی اس بیماری کا شکار ہے اور اس کا واحد علاج قرآن وحدیث کا خالص علم ہے، اور خالص علم منطق اور رفلسفہ کی عینک لگا کر قرآن وحدیث کا مطالعہ کرنے والوں سے نہیں بلکہ سلف صالحین یعنی محدثین اور مفسرین کی تفسیر اور شرح کی روشنی میں قرآن وحدیث کا مطالعہ کرنے سے حاصل ہوتا ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

﴿ افمن زين له سوء عمله فرأه حسنا فان الله يضل من يشاء

ویھدی من یشاء فلاتذھب نفسک علیھم حسرات ان اللّٰہ علیم بمایصنعون ☆سورۃ فاطر ۸ ﴾

یعنی ’’جس کیلئے اسکا برا عمل مزین کردیا گیا ہو اور وہ عمل اسکی نظر میں پسندیدہ ہو گیا ہو تو جان لو کہ اللہ جس کو چاہتا ہے گمراہی میں پڑا رہنے دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا پس آپ انکے حال پر اپنے دل میں افسوس نہ کریں بے شک اللہ خوب جانتا ہے جو جھوٹ وہ گھڑتے ہیں‘‘ یعنی انھوں نے اللہ اور اسکے دین پر جو جھوٹ گھڑنے کا سلسلہ قائم کردیا ہے اسکے باعث اللہ نے انکے لئے گمراہی مقدر کردی ہے حتٰی کہ شیطان نے ان کا یہ برا عمل انکے لئے مزین کردیا ہے اور اب وہ اپنے جی میں یہ خیال کرتے ہیں وہ ہدایت پر ہیں۔

دعا ہے کہ اللہ تبارک تعالیٰ ہم سب کو دین کے نام پر جھوٹ گھڑنے سے بچائے اور قرآن وحدیث کا صحیح علم وفہم اور عمل صالح کی توفیق عطاء فرمائے اور ہماری اس تحریر اور تحقیق کو شرف قبولیت بخشے اور لوگوں کیلئے ہدایت عام کا اور آخرت میں ہم سب کی نجات کی ذریعہ بنائے۔آمین۔

﴿وما علینا الا البلاغ﴾